من یرد اللہ بہ
خیرًا یفقہہ فی الدین
(الحدیث)

عقائدِ اسلامیہ کی اولین دستاویز

العطاء الاکبر

فی حاشیۃ

الفقہ الاکبر

تصنیف

امام الائمہ سراج الامہ، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت معروف بہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ وارضاہ

مرتب، تحشیہ، تحقیق و ترجمہ

مولانا محمد یسین محمدی سیفی

ادارہ محمدیہ سیفیہ
کلاشہ کاکو راوی (کیان شریف)
0321-6686205, 0342-6563530

من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین (الحدیث)

عقائدِ اسلامیہ کی اولین دستاویز

العطاء الاکبر

فی حاشیۃ

الفقہ الاکبر

تصنیف

امام الائمہ سراج الامہ، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت معروف بہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ و الرضاہ

مرتب، تحشیہ، تحقیق، ترجمہ

مولانا محمد یٰسین محمدی سیفی

ادارۂ محمدیہ سیفیہ کالا شاہ کاکو راوی ریان شریف
0321-6686205
0342-6563530

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

نام کتاب	.....	العطاء الاکبر فی حاشیۃ الفقہ الاکبر
تصنیف	.....	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
مترجم ومحشی	.....	مولانا محمد یاسین محمدی سیفی 0321.4226135
مصحح	.....	مفتی حافظ اللہ بخش سیالوی محمدی سیفی
ناشر	.....	مکتبہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف لاہور
کمپوزنگ	.....	جامعہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف لاہور
پروف ریڈنگ	.....	مولانا محمد آصف محمدی سیفی، مولانا سید مدثر حسین محمدی سیفی، مولانا محمد عمران محمدی سیفی۔
سن اشاعت	.....	ذوالحج شریف 1434ھ / اکتوبر 2013ع
اشاعت	.....	باردوم
ھدیہ	.....	120
تعداد	.....	1100
باہتمام	.....	ماسٹر محمد فیاض محمدی سیفی خادم مکتبہ ہذا 0321.6686205

ملنے کے پتے

مکتبہ سیفیہ فقیر آباد شریف لاہور

مکتبہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف لاہور

مکتبہ محمدیہ سیفیہ ریحان والہ شریف منڈی فیض آباد ضلع ننکانہ

بفیضان نظر

امام العارفین، برہان الواصلین، شمس العارفین، قطب السالکین

نائب مناب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب سبحان، مجدد دوران، امام خراسان

ابوحبیب حضرت اخندزادہ فقیر **سیف الرحمٰن** قدس سرہ العزیز

معروف بہ پیرارچی وخراسانی مبارک

آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ فقیر آباد شریف لاہور

For More Books
Click On Ghulam
Safdar
Muhammadi Saifi

سرپرستی

پروردہ نگاہ امام خراسان، شیخ المشائخ والعلماء، غوث دوران، قطب زمان
امام العاشقین، سید المجذوبین، سراج السالکین، پیر طریقت
حضرت میاں محمد سیفی حنفی مبارک اطال اللہ حیاتہ واعلیٰ درجاتہ

آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ محمدیہ راوی ریان شریف لاہور

For More Books
Click On Ghulam
Safdar
Muhammadi Saifi

انتساب

بندہ اپنی اس سعی مشکور کو بصد عجز و نیاز

شیخ الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول الحاوی علی الفروع والاصول

استاذی واستاذ العلماء جگر گوشہ محبوب سبحان، پیر طریقت

صاحبزادہ **مولانا احمد سعید یار جان سیفی** دام ظلہ وزید لطفہ

زیب آستانہ عالیہ فقیر آباد شریف لاہور

کے نام نامی سے منسوب کرتا ہے۔

☆.....جن کی بدولت یہ حقیر عقاید اہل سنت سے روشناس ہوا

☆.....جن کے عطا کردہ علم العقاید کا فیضان جاری وساری ہے

☆.....اور جن کی صحبت بابرکت اور شرف تلمذ میں گزرے لمحات میرے لئے سرمایہ حیات اور باعث افتخار ہیں

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

مسکین محمد یاسین محمدی سیفی غفرلہ

فہرست

عنوانات		صفحہ
کلمات توثیق۔ازشیخ الحدیث مولانا محمد حمید جان سیفی	.....	11
تقریظ۔شیخ الحدیث مولانا رضائے مصطفیٰ نقشبندی	.....	12
کلمات خیر۔مولانا سید عبدالقادر شاہ ترمذی محمدی سیفی	.....	13
اظہارِ خیال۔فخر السادات حافظ سید افضال حسین شاہ مشہدی محمدی سیفی	.....	17
تقریظ۔شیخ الحدیث مولانا اللہ بخش سیالوی محمدی سیفی	.....	21
مقدمہ	.....	23
مختصر حالات ومناقب حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ	.....	25
امام اعظم کی تصنیفات	.....	27
کتاب فقہ اکبر کے محاسن اور علم توحید وعقائد کی اہمیت	.....	28
شارح عقیدۃ الطحاویہ کی جانب سے فقہ اکبر کی وجہ تسمیہ	.....	28
فقہ اکبر کی سند	.....	32
شارح عقیدۃ الطحاویہ کا فقہ اکبر سے استدلال	.....	33
فقہ اکبر میں حضور علیہ السلام کے ایمان کے متعلق موقف	.....	37
اعتراض	.....	40
جواب	.....	40

الفقہ الاکبر کی شروحات	.....	44
ضروری گزارش	.....	45
وجہ تالیف	.....	46
توحید کا لغوی واصطلاحی مفہوم	.....	49
اعتقاد (عقیدہ) کی تعریف	.....	50
جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے	.....	50
لفظ اللہ اسم جلالت کا معنی	.....	50
ملائکہ (فرشتوں) کی تعریف واقسام	.....	50
آسمانی کتابوں پر ایمان کی کیفیت	.....	51
نبی اور رسول میں فرق اور ان کی تعریفات	.....	51
اللہ رب العزت کو ایک ماننے کا معنی	.....	51
اللہ رب العزت کی صفات سلبیہ کی تعریف	.....	52
صفات ذاتیہ حقیقیہ کی تعریف اور تعداد	.....	52
صفات فعلیہ کی تعریف	.....	53
صفات باری تعالیٰ کا حکم	.....	54
اللہ رب العزت کی صفت کلام کی بحث	.....	55
جوہر کی تعریف	.....	56
عرض کی تعریف اور اللہ رب العزت کا جوہر وعرض نہ ہونا	.....	57

اللہ رب العزت کا شے ہونے کا معنیٰ	.....	57
صفات متشابہات پر ایمان لانے کی کیفیت اور حکم	.....	57
صفات متشابہات پر ملا علی قاری کی تقریر	.....	58
صفات متشابہات پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تقریر	.....	59
فرقہ قدریہ کا تعارف اور اس کا بانی	.....	60
فرقہ قدریہ کے چند عقاید	.....	60
فرقہ معتزلہ کا تعارف	.....	61
معتزلہ کے چند عقاید	.....	62
عقیدہ جبریہ کا رد	.....	63
قرآن کریم کی رو سے عقیدہ جبریہ کا رد	.....	63
بندوں کے کفر و ایمان کی بحث	.....	65
اللہ اور بندوں کے فعل میں فرق	.....	67
انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق عقیدہ	.....	68
گناہ صغیرہ و کبیرہ میں فرق	.....	69
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عبدیت اور اسمیں آپ کا اختصاص	.....	71
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قبل الاربعین کی بحث	.....	72
عمر مبارک کے چالیس سال قبل نبی ہونے پر حدیث قدسی	.....	73
نبوت قبل الاربعین کے متعلق امام رازی کا نظریہ	.....	74

ملا علی قاری کی تقریر مذکور پر اعتراض کا جواب	.....	75
امام ابوشکور سالمی کا نبوت قبل الاربعین کے منکر سے مناظرہ	.....	75
گمراہ فرقہ کرامیہ کا تعارف اور اس کا بانی	.....	76
اللہ رب العزت کے متعلق کرامیہ کے عقائد	.....	76
نبوت قبل الاربعین پر ہمارے استاذ گرامی کی تقریر	.....	77
دلیل نمبر 1	.....	77
دلیل نمبر 2	.....	78
دلائل عقلیہ (1)	.....	78
دلیل نمبر 2	.....	79
بعثت کا معنٰی اعطائے نبوت درست نہیں	.....	79
حتم شرعی	.....	80
شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی کا سابقہ نظریہ	.....	81
جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خلافت بلافصل	.....	83
فضائل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	.....	88
فضائل حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	.....	89
فضائل وخلافت مولائے کائنات وامام حسن رضی اللہ عنہما	.....	91
جناب معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے پہلے عادل بادشاہ	.....	93
حضور کے تمام صحابہ عادل ہیں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تقریر	.....	93

گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا کافر نہیں	.....	96
معجزات کا بیان اور ان پر ایمان کی کیفیت	.....	97
کرامت کا بیان	.....	97
ولی کی تعریف	.....	98
استدراج، معجزہ و کرامت میں فرق	.....	98
اللہ کی تمام صفات قدیم ہیں	.....	99
دیدار باری تعالیٰ	.....	100
اللہ تعالیٰ کی معرفت و عبادت	.....	101
اللہ کا فضل و عدل	.....	102
شفاعت کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ	.....	103
صفات متشابہات کی تاویل کے متعلق عقیدہ اہل سنت	.....	104
صفات متشابہات کے متعلق امام سالمی کی تقریر	.....	105
صفات متشابہات کے متعلق علامہ علی قاری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تقریرات	.....	109
ایمان والدین کریمین	.....	111
حضور علیہ السلام کی اولاد پاک	.....	112
علم عقائد کی اہمیت	.....	116
معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عقیدہ	.....	117
خاتمۃ الکتاب	.....	119

کلمات توثیق

شیخ الحدیث والتفسیر، جامع المعقول والمنقول، استاذ العلماء، سند الاتقیاء، جگر گوشہ محبوب سبحان،

پیر طریقت مولانا محمد حمید جان سیفی مدظلہ العالی

مسند نشین خانقاہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف لاہور

کتاب ''فقہ اکبر'' امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین کتاب ہے۔اس کا ترجمہ اور اس کے اوپر حاشیہ لکھ کر عزیزم محمد یٰسین صاحب نے بہت خدمت کی ہے۔ میں نے اول سے آخر اس کا مطالعہ کیا اس میں فاضل محشی نے بہت عمدہ دلائل ذکر کئے ہیں۔ ہر خاص و عام کے لئے ضروری ہے کہ اس کتاب سے استفادہ کرے۔ کیونکہ عقائد بنیاد ہیں اگر بنیاد درست ہو تو بنا درست، اگر عقیدہ درست ہو تو تمام اعمال درست ہیں۔ فلہٰذا اس کا مطالعہ ہر انسان کے لئے از بس ضروری ہے۔ اللہ رب العزت مولانا محمد یاسین صاحب کی اس کاوش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ (آمین)

الفقیر محمد حمید سیفی

تقریظ

استاذ العلماء، شیخ الحدیث، عالم ربانی، پیر طریقت،

حاجی محمد رضائے مصطفیٰ نقشبندی

پرنسپل جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور وصدر تحفظ ناموس رسالت محاذ لاہور

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على افضل الانبياء والمرسلين اما بعد

الفقہ الاکبر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مختصر و جامع تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے اسلام کے بنیادی عقائد پر بڑی جامعیت کے ساتھ قلم اٹھایا ہے۔ اس امر کی ضرورت تھی کہ دور حاضر میں نوجوان نسل حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے آگاہ ہو۔

فاضل عزیز محمد یاسین صاحب کا علمی ذوق لائق تحسین ہے جنہوں نے امام صاحب کی زیر نظر تصنیف کو انتہائی آسان انداز میں اردو زبان میں منتقل کیا ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اتنی بڑی شخصیت ہیں، اہل علم ضرور عوام کو ان کے بارے میں آگاہ کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا محمد یاسین صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ان کے علم میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین

محمد رضائے مصطفیٰ نقشبندی

خادم جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور

ہوالقادر

کلمات خیر

عالم نبیل، فاضل جلیل، بقیۃ السلف، فخر السادات

پیر سید عبدالقادر شاہ ترمذی محمدی سیفی

خطیب مرکزی جامع مسجد انوار مدینہ راوی ریان شریف لاہور

الحمد لله الذی محبة ذاته ومعرفة صفاته هو الفقه الاکبر ،والصلوة والسلام علی سیدنا و مولانا محمدن الذی هو امامنا الاعظم ،وعلی آله واصحابه اجمعین الی یوم الجزاء والدین۔آمین۔ امابعد

فرمان ہدایت نشان، سید الانس والجان علیہ الصلاۃ والسلام الی یوم المیز ان ہے "من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین " اللہ عزوجل جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی فقہ یعنی سمجھ عطا فرماتا ہے۔اسی خیر سے قرون خیر کی عظیم ہستیاں اور ائمہ ہر چہار مذاہب اہل سنت و جماعت سرفراز فرمائے گئے۔جن میں سیدنا و امامنا و مرشدنا، عطائے رسول، ہر زمانے میں مقبول، صاحب اصول، شناسائے فطرت، غواص قرآن وسنت اعلی حضرت نعمان بن ثابت الکوفی الملقب بہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقام تفقہ سے کون واقف نہیں؟ کہ ائمہ فقہ بھی آپ کے خوشہ چین نظر آتے ہیں۔آپ نے اسی بحر تفقہ کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف کتاب ہذا "الفقہ الاکبر" تصنیف فرمائی۔جس سے ہر دور میں عقاید اہل سنت کا دفاع ہوتا رہا۔اور اس کے کئی تراجم اور شروحات بھی لکھی گئیں۔

مگر معاندین وحاسدین مذہب حقہ نے جس طرح دیگر کئی کتب اسلامیہ میں قطع وبرید اور ترمیم واضافہ کیا ہے یعنی جہاں عبارت یا اس کا مفہوم ان کے باطل عقاید ونظریات سے متصادم تھا وہاں سے الفاظ کا ہیر پھیر یا صفحات کے صفحات کا ہی الٹ پھیر سراسر اندھیر کر دیا گیا۔یا ایسے ائمہ ومشائخ کے نام سے خود ساختہ کتابیں منسوب کر دی گئیں۔

کچھ ایسا ہی حال ''فقہ اکبر'' کا بھی ہوا ہے۔کہ جہاں حضور نبی اکرم نور مجسم کے والدین کریمین سعیدین کے ایمان کا ذکر اور کفر سے انکار درج تھا،اصل عبارت '' ما ما تا علی الکفر'' تھی تبدیل کر کے پہلے والے ''ما'' نافیہ کو حذف کر کے ''ماتا علی الکفر'' کر دیا۔معاذ اللہ

اس طرح کے کئی ایک نسخے دیکھ کر بعض اہل علم نے اس کتاب کی حضرت امام اعظم کی طرف نسبت کا ہی انکار کر دیا۔جبکہ بعض پرانی لائبریریوں میں اصل نسخہ موجود تھا۔تا آنکہ ہمارے برادر طریقت محترم ڈاکٹر محمد شعیب صادق محمدی سیفی نے اپنے دورہ ترکی سے ہمیں پرانے نسخے کی عکسی طبع والی کتب لا کر دیں تو ان میں عبارت درست تھی۔فلہٰذا اس کتاب کی فنی اہمیت وضرورت کے پیش نظر ہمارے فاضل دوست و برادر طریقت حضرت علامہ الاستاذ محمد یاسین صاحب محمدی سیفی زید علمہ نے اس کا ترجمہ اور شرح کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

اگر چہ تراجم قبل ازیں بھی مارکیٹ میں دستیاب ہیں مگر اس ترجمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مترجم موصوف نے اس کتاب کو سبقاً حضرت والا شان استاذ العلماء شیخ القرآن والحدیث عالم علوم ظاہری وباطنی جناب صاحبزادہ احمد سعید سیفی المعروف یار جان صاحب سے جو کہ نبیرہ ونور نظر ہیں قیوم زمان ،مجدد دوران،واقف علوم واسرار ظاہر و باطن سیدنا ومرشدنا حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن الملقب بہ پیر ارچی مبارک ،امام خراسانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے۔ظاہر ہے کہ ایک صرف لفظی ترجمہ پڑھنا اور کرنا ہوتا ہے وہ تو کوئی بھی عربی فارسی دان کر سکتا ہے۔مگر مراد

ومعانی تک رسائی اہل نظر ہی کی ہوتی ہے۔اور مترجم موصوف کا ترجمہ وتشریح بحمد اللہ انہی اسرار ورموز اور کیف وسرور کا حامل ہے۔چنانچہ اس کا علمی وعملی مشاہدہ مترجم موصوف کے فقہ اکبر کے دروس کے وقت ہوتا ہے جو انہوں نے وقتاً فوقتاً مختلف آستانوں اور مدارس وغیرہ میں دیئے ہیں۔

ان میں اس فقیر کے آستانہ ''دارلعرفان محمدیہ سیفیہ'' غوثیہ چوک محمود پارک شاہدرہ ٹاؤن بھی شامل ہے۔ماشاء اللہ خوب پر معانی واسرار،عام فہم درس ہوتا تھا۔اور یہ فقیر بھی فیض یاب ہوتا رہا۔جزاہم اللہ خیراً

اس کی ایک مثال ''یداللہ'' کا ترجمہ ہے۔تقریباً تمام مترجمین نے اس کا ترجمہ ''اللہ کا ہاتھ'' کیا ہے۔اور جونہی ہاتھ بولا جائے تو انسانی ہاتھ کی طرف ذہن جاتا ہے۔جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے منزہ ومبرا ہے۔تو پھر ید کا معنی ہاتھ کرنا درست نہ ہوگا بلکہ اسی فقہ اکبر میں امام صاحب نے اس امر کی صراحت بھی فرمائی ہے صفات باری تعالیٰ میں سے جو صفات متشابہات ہیں ان میں سے صفت ید کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں جائز نہیں۔(کذافی الفقہ الاکبر ملخصا)۔

الغرض مترجم موصوف نے ان تمام معنوی خوبیوں سے مزین اور بلاغت سے آراستہ ترجمہ کیا ہے جو ظاہری وباطنی حسن کا مرقع ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی اس کاوش خیر کو کامل پذیرائی بخشے اور عوام وخواص کے لئے نفع بخش بنائے۔اور ان کو اس جیسی اور بھی سعی سعید کرتے رہنے کی توفیق دوام اور قلم پر فیضان عطا فرمائے۔اور یہ بھی مشورہ ہے کہ اس کتاب کا درس تمام آستانوں،مدارس اور مساجد میں جاری کرنا چاہیئے۔

اور آخر میں اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ جس ہستی باکمال،محبوب المشائخ،شیخ العلماء مخدوم اہل سنت حضرت پیر طریقت رہبر شریعت شہباز ذکر خفی وارث علوم سری،سیدنا ومرشدنا حضرت میاں محمد سیفی حنفی زید مجدہ، عال اللہ حیاتہ نے مترجم موصوف کو اپنی خصوصی

نظر کرم وشفقت وایثار سے علم دین کی تحصیل کے لئے راغب کیا اور ہر طرح کا تعاون کیا کہ آج وہ اس نعمت سے بہرہ مند ہو کر اس فیض کو عملی صورت میں جاری کرنے کے قابل ہوئے۔

اللہ تعالیٰ سوہنڑے مرشد کا سایہ کرم تا قیامت خیر وسلامتی کے ساتھ قائم ودائم رکھے اور ہمیں ہر وقت آپ کے فیوضات مبارکہ سے فیض یاب ہونے کی سعادت عطا فرمائے۔ (آمین)

والسلام مع الاکرام

خیر اندیش ،خادم العلماء والاولیاء
ابو العطاء فقیر سید محمد عبد القادر شاہ ترمذی محمدی سیفی
خطیب جامع مسجد انوار مدینہ راوی ریان شریف۔
فون:0300.4669895

اظہار خیال

پیر طریقت، حامل سنت، یادگار اسلاف، فخر السادات،

ابوالحسن حافظ سید افضال حسین شاہ مشہدی محمدی سیفی

آستانہ عالیہ ریحان والہ شریف

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على افضل الانبياء والمرسلين وعلى آله الطاهرين واصحابه اجمعين اما بعد قال الله تبارك وتعالىٰ ۔ والعصر۔ ان الانسان لفى خسر ۔ الاالذين آمنوا وعلموا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

اس سورہ مبارکہ میں کامیابی کا دارومدار ایمان کے بعد اعمال صالحہ اور تلقین حق وصبر کو قرار دیا گیا ہے۔ ایمان دوسرے الفاظ میں عقیدہ ہی کا نام ہے۔ کیونکہ عقیدہ کی درستگی اور پختگی کے بغیر اعمال مقبول نہیں یہی ہمارے اسلاف علمائے اعلام اور صوفیائے عظام کی ہمیں تاکید ہے۔ اسی عقیدہ کی درستگی کے لئے امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ تصنیف لطیف ہے جو اس ضمن میں اولین دستاویز ہے۔ نہایت اختصار کے باوجود اس کے اندر اسلام کے بنیادی عقائد کو کمال حسن و خوبی سے جمع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے والا اللہ کریم کے فضل وعنایت سے عقیدہ کے معاملہ میں تزلزل کا شکار نہیں ہوسکتا۔

قیوم زمان، مجدد دوران، محبوب سبحان، امام خراسان، حضرت سیدنا اخندزادہ فقیر سیف الرحمٰن پیرارچی مبارک کی ذات گرامی نے جہاں اپنے سالکین (مریدین) کو حسن اعمال کا مرقع

بنایا اور سنت نبی علی صاحبہا افضل الصلوات واکمل التحیات کا ظاہراً و باطناً احیا فرمایا وہیں پر عقیدہ کی درستگی کا بھی اہتمام فرمایا۔ آپ سے شرف ملاقات رکھنے والے آپ کا فقہ حنفی شریف میں تصلب اور استقامت بخوبی جانتے ہیں۔ آپ کے زیر انتظام جامع سیفیہ میں دیگر اسباق کے علاوہ فقہ اکبر شریف کی تدریس ایک لازمی جزو تھی اور بحمد اللہ ہے۔ ہم تک جو اس درنایاب کو عزیزم مولانا محمد یاسین محمدی سیفی سلمہ ربہ نے پہنچایا یہ بھی حضرت اخندزادہ مبارک رحمہ اللہ کے آستان پاک سے آپ کے لخت جگر صاحبزادہ والا شان حضرت مولانا احمد سعید یار جان صاحب زید لطفہ کی بدولت ہی ممکن ہوا گویا بالواسطہ یہ ہم تک حضرت قیوم زمان رحمہ اللہ کا ہی فیضان ہے۔

اس کتاب کا موضوع عقیدہ توحید ہے اور اس میں صفات باری تعالیٰ کا اثبات فرمایا گیا ہے اور صفات کی اقسام یعنی صفات ذاتیہ حقیقیہ، صفات فعلیہ اور صفات سلبیہ کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ خاص کر کوئی سالک جب ان مقامات کو پڑھتا ہے تو اس پر انوار الٰہی کی جس طرح فیض رسانی ہوتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

اور صفات باری جل وعلا کے متعلق بد مذہبوں (معتزلہ، کرامیہ، جہمیہ وغیرہ) کی بد مذہبی کو اس کتاب میں بڑے احسن پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ کوئی یہ بالکل خیال نہ کرے کہ جن گمراہ فرقوں اور ان کے گمراہ کن عقائد کی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں تردید وابطال فرمایا ہے یہ فرقے تو اب موجود نہیں۔ تو ان صاحبان سے گزارش ہے کہ یہ فتنے چاہے خلق قرآن کے ادعی باطل کی صورت میں ہوں یا صفات متشابہات کی تاویل کی صورت میں یا صفات باری تعالیٰ کے مخلوق ہونے کی صورت میں ہوں یا یہ باری تعالیٰ کی (نعوذ باللہ) تجسیم کے متعلق ہوں آج بھی کسی نہ کسی صورت موجود ہیں۔ لہذا اس کتاب کی افادیت جس طرح گزشتہ ادوار میں ثابت تھی اسی طرح آج بھی مُسلّم ہے بلکہ آج اس کی افادیت پہلے سے زیادہ ہے اور اس کی وجہ کا بیان تطویل سے خالی نہیں، احباب درد میری اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں جا بجا عقیدہ کی درستگی کے متعلق کلام فرمایا ہے اور تصوف و سلوک کے لئے درستگی عقیدہ کو شرط اور اسی کو مدار نجات قرار دیا ہے۔ دفتر اول، حصہ اول کے مکتوب نمبر ۸ میں فرماتے ہیں۔

''فرقہ صحیحہ اہل سنت و جماعت کے علماء ظاہر اگر چہ بعض اعمال میں کوتاہی کر جاتے ہیں لیکن ذات وصفات کے متعلق ان کے عقائد کی درستی کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ ان کی کوتاہی اس نورانیت کے آگے مضمحل اور ناچیز ہو جاتی ہے''۔ دفتر اول حصہ دوم کے مکتوب نمبر ۵۹ میں فرماتے ہیں۔

''مخدوم گرامی۔ آدمی کے لئے تین چیزوں سے چارہ نہیں تا کہ نجات ابدی میسر آئے علم، عمل اور اخلاص۔ پھر علم دو قسم ہے ایک وہ علم جس سے عمل مقصود ہے اس علم کے بیان کی کفیل فقہ ہے دوسری قسم وہ ہے جس سے مقصود صرف اعتقاد اور یقین قلبی ہے اس علم کی تفصیل مطابق آرائے صائبہ اہل سنت و جماعت علم کلام میں آچکی ہے اور اہل سنت ہی ناجی فرقہ ہے ان بزرگوں کی اتباع کے بغیر نجات متصور نہیں''۔ دفتر اول حصہ دوم کے مکتوب نمبر ۱۱۲ میں ہے۔

''حق سبحانہ وتعالیٰ ہم مفلسوں کو اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کے معتقدات حقہ کی حقیقت کیساتھ موصوف کرے۔ الی قولہ، کیونکہ وجد وحال کی وہ کیفیات جو فرقہ ناجیہ اہل سنت کے معتقدات کی حقیقت حاصل ہوئے بغیر ہیں سراسر استدراج ہیں ان کی کچھ قدر و قیمت نہیں'' دفتر اول حصہ سوم کے مکتوب نمبر ۱۹۳ میں ہے۔

''ارباب تکلیف پر پہلے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ سعیہم کے راؤں کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں کیونکہ عاقبت کی نجات انہی بزرگواروں کے بے خطاراؤں کی تابعداری پر موقوف ہے اور فرقہ ناجیہ بھی یہی لوگ اور ان کے تابعدار حضرات ہیں اور یہی لوگ ہیں جو آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کے طریق پر ہیں"۔

فی الجملہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جا بجا درستگی عقیدہ پر زور صرف فرمایا اور اسے نجات کا مدار قرار دیا۔

اس ترجمہ و حاشیہ کے مقدمہ میں محشی موصوف نے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق جو عقیدہ واضح کیا ہے وہ نور علی نور ہے۔

اللہ کریم موصوف کی اس کاوش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور ہمارا خاتمہ اسی عقیدہ حقہ پر فرمائے۔ آمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خیر اندیش

فقیر حافظ سید افضال حسین شاہ مشہدی محمدی سیفی

مہتمم جامعہ حسن القرآن و آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ

ریحانوالہ شریف نزد منڈی فیض آباد، تحصیل و ضلع ننکانہ

For More Books
Click On Ghulam
Safdar
Muhammadi Saifi

تقریظ

جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث والتفسیر، استاذ الاساتذہ،

مفتی حافظ اللہ بخش سیالوی محمدی سیفی،

مفتی وشیخ الحدیث، جامعہ محمدیہ حنفیہ سیفہ راوی ریان شریف لاہور

الحمد لله الذی علم الانسان ما لم یعلم ویرفع الله الذین منکم والذین اوتوا العلم درجات وفضل علینا بعلم التوحیدالذی هو اساس بناء التابید اشرف العلوم۔ والصلوٰة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین محمدن المصطفی وعلی آله وعترته وعلی جمیع اصحابه وعلی جمیع اولیاء ملته وعلماء امته اجمعین امابعد

بندے کو علم عقائد کی حاجت سب حاجتوں سے زیادہ ہے اور اس علم کی ضرورت سب ضرورتوں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ عقیدہ صحیح ہے تو نتیجہ صحیح اگر عقیدہ درست نہیں تو سب عمل بے کار ہیں اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک پتھر پر بارش ہو رہی ہو تو اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ایسے ہی جس کا عقیدہ درست نہ ہو اس کے عمل کا کوئی فائدہ نہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے **انه علیه السلام قال ان بنی اسرائیل تفرقت علی اثنین وسبعین ملة وتفرق امتی علی ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسول الله قال ما انا علیه واصحابی۔** (مشکوٰۃ باب الاعتصام ص ۳۰)

یعنی بنی اسرائیل کے بہتر فرقے تھے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے ایک کے سوا سب دوزخی ہونگے، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ جنتی کی کیا نشانی ہے آپ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلے گا وہ جنتی ہے باقی سب دوزخی ہیں۔

یعنی جس کا عقیدہ میرا اور میرے صحابہ والا ہوگا وہ جنتی ہے باقی سب دوزخی ہیں۔اس سے عقیدہ کی اہمیت ثابت ہوتی ہے اور علم عقیدہ میں سب سے پرانی اور سب سے پہلی کتاب ''فقہ اکبر'' ہے جو سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے۔واقع میں بھی یہ اکبر ہے اور اسم با سمی ہے۔کیونکہ فعل کی عظمت فاعل کی عظمت سے ہوتی ہے جیسا کی درود شریف عظیم ہے کیونکہ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور مومنین ہیں۔اسی طرح اس کتاب کا فاعل اور مصنف وہ عظیم ہستی ہیں جن کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میرا دین اگر ثریا پر بھی ہو تو فارس میں سے ایک شخص ہوگا جو اس کو ثریا سے لائے گا۔اوکما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔اس حدیث میں امام اعظم رضی اللہ کی عظمت کی طرف اشارہ ہے۔

یہ عقائد کی کتابوں میں سب سے پہلی اور پرانی کتاب ہے اس پر بڑی شروحات اور حواشی لکھے گئے۔ملا علی قاری نے بڑی عمدہ شرح لکھی لیکن اس میں بھی کچھ سقم رہ گیا کہ اس میں ابوین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔لیکن فاضل جلیل، زبدۃ المحققین علامہ مولانا محمد یاسین محمدی سیفی نے جو حاشیہ العطاء الاکبر کے نام سے لکھا ہے اس میں کوئی سقم نہیں ہے۔اس میں عاجز کا مضمون ''تدقیقات علی تحقیات'' کے نام سے درج ہے جس میں نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدائشی، ضروری اور لازمی ہونے پر عقلی اور نقلی دلائل ہیں۔نیز یہ حاشیہ بہت عمدہ، سہل اور آسان ہے اس کو عام آدمی جو عالم نہ بھی ہو وہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ہر مسلمان کے لئے اس کتاب کو پڑھنا اور اپنے پاس رکھنا بہت ضروری ہے۔

یہ کتاب بہت مفید اور اصح ہے۔اس کا مصحح عاجز ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

والسلام

عاجز محمد اللہ بخش سیالوی محمدی سیفی

مفتی و شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ حنفیہ سیفیہ راوی ریان شریف لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الله مالکی، احمده علی ان هدٰنا الی الصراط السوی، ونشهدُ اَنه لا اِ لٰهَ اِلاّ هُوَ وَحْدَهٗ لا شریك له القادر القوی۔ومحمدٌ شافعی، هدٰنا الی الطریق المستوی، وارشدنا الی الدین الحنفی، نشهد أنه خاتم الرسل والنبیین، وأکرَامُ الا ولین والآخرین، وأنه لا دین اِلّا دِیْنه الأحمدیّ۔ اللّٰهُمَّ صَلَّ علیه وعلٰی آله وصحبه فی کل بُکرةٍ وعشِیّ۔

امابعد۔ جاننا چاہیے کہ امام الائمہ سراج الامہ حضرت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن مرزبان المعرف حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شہرہ آفاق تصنیف ''الفقہ الاکبر'' جسے آپ سے آپ کے فرزند ارجمند حضرت حماد نے اپنے والد گرامی سے اور ایک روایت کے مطابق ابو مطیع بلخی نے روایت کیا، علم کلام میں مختصر مگر جامع تصنیف ہے۔ ہر دور میں اللہ رب العزت نے اس کتاب کو قبول عام بخشا اور ہر دور میں علمائے ربانیین نے اپنی بساط کے مطابق اس گوہر نایاب کی شروح لکھیں اور یہ کتاب مدارس اسلامیہ کے اندر بطور نصاب رائج رہی۔

اسکے اندر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے عقائد اہل سنت کو اختصاراً پیش فرمایا مگر ''کلام الملوك ملوك الکلام'' کے مصداق اتنے اختصار کے باوصف عقائد اسلامیہ سے متعلق تقریباً تمام تر عنوانات کا احاطہ فرمانے کے ساتھ ساتھ فرق ضالہ کا رد بھی فرمایا۔

اور اس فن پارے کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ اسے پڑھنے والا خواہ ایک متبحر عالم ہو یا عام قاری ہر کوئی اپنی بساط کے مطابق اس سے درر ہائے رنگا رنگ سمیٹتا ہے۔ اور اس فن پارے کی جہاں علمائے احناف نے خالص علمی اور فقہی انداز میں شروح فرمائیں، وہیں پر بعض نے اس کی صوفیانہ انداز میں شرح بھی فرمائی جیسا آئندہ کشف الظنون کے حوالہ سے ظاہر ہے۔

حاجی خلیفہ اپنی تصنیف کشف الظنون کے اندر ''الفقہ الاکبر'' کی شروحات کے ضمن میں اس طرح رقم طراز ہیں۔

"فشرحه غير واحد من الفضلا منهم محى الدين محمد بن بهائوالدين المتوفى سنة٩٥٦شرحاً جمع فيه بين الكلام والتصوف .....الى قوله، وسماه القول الفصل۔

یعنی کثیر فضلاء نے (الفقہ الاکبر) کی شروحات لکھیں جن میں محی الدین محمد بن بہاؤالدین (المتوفی سنہ۹۵۶ھ) ہیں جنہوں نے (الفقہ الاکبر) کی شرح فرمائی اوراس میں علم کلام اورتصوف کوجمع فرمایا" الی قولہ۔اوراس کا نام القول الفصل رکھا۔

(کشف الظنون ج۲ ص۲۶۴،مطبوعہ مکتبہ درالفکر بیروت)

یعنی ہرایک نے اپنے اپنے انداز اور فکر کے مطابق (الفقہ الاکبر) کی شروحات تصنیف فرمائیں۔

بدقسمتی سے امت کے اندر انتشار وافتراق نے جہاں ہماری ملی وحدت کو پارہ پارہ کیا وہیں پر علم کے ان بے بہا خزینوں میں بھی نقب لگائی تا کہ رشد وہدایت کے یہ گنجینے عوام وخواص کی نظر میں متنازعہ ہوں اوران سے افادہ واستفادہ کی راہیں بزعمہم مسدود ہوں مگر وارثان محراب ومنبر اور وفاشعاران سید الانبیاء علیہ التحیہ والثناء علمائے حق نے ہر دور میں ان طاغوتی فتنہ انگیزیوں کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ تحقیق وجستجو کی ایسی راہیں وا کیں کہ ان فتن کا اپنی موت خود مرجانا امر لازم ٹھہرا۔اسی لیے حضور گرامی، نبی تہامی، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "قیامت کے دن اس امت کے علماء کے قلم کی سیاہی کو شہدا کے خون سے وزن کیا جائے گا" او کما قال، اور بجا طور پر یہ علمائے ربانیین ہی حضور ﷺ کے اس قول مبارک کے سزاوار ہیں جنہوں نے اپنے شب وروز کو دین مصطفوی علی صاحبہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی نہ صرف ترویج واشاعت کیلئے وقف فرمایا بلکہ اس دین متین کے دفاع اور سلامتی کا بیڑہ بھی اٹھایا۔ فجزاهم الله احسن الجزاء۔

"الفقہ الاکبر کے تفصیلی تعارف اوراس پر اٹھنے والے بے سروپا اعتراضات اوران کے محاکمے سے قبل ہم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات ومناقب نقل کرتے ہیں۔

وبالله التوفيق وهو المستعان

''مختصر حالات ومناقب امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ

امام شمس الدین قہستانی نے اپنے رسالہ بعنوان'' مناقب الائمۃ الاربعۃ'' میں فرمایا کہ تمام ائمہ (فقہ) میں اول وافضل واقدم، صاحب مذہب اعلی، واضع ملت بیضا، امام الافخم فقیہ الاعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (میری مراد) حضرت نعمان بن ثابت بن زوطی ہیں۔

اور خطیب بغدادی کے بقول امام اعظم ابوحنیفہ بن ثابت بن مرزبان احرار فارس سے تھے (یعنی غلام نہیں تھے) آپ کے والد ثابت نے صغرسنی (کم عمری) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فالودہ پیش کیا جس پر انہوں نے آپ کی نسل میں برکت کی دعا فرمائی۔

مفتاح السعادۃ میں ہے کہ'' آپ کے والد گرامی ثابت کی وفات کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ نے امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے نکاح فرمایا اور آپ کی پرورش حضرت امام جعفر الصادق نے ہی فرمائی اور امام جعفر الصادق عارف، عالم فقیہ، عابد، زاہد، متقی، صاحب کرامات، کثیر الخشوع، خاموش طبع، دائم التضرع تھے اور امام اعظم کے مشائخ کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے۔

آپ ایک شب میں قرآن کریم دو رکعت میں ختم فرماتے نیز آپ نے چالیس سال تک فجر کی نماز عشاء کے وضو سے بلکہ پانچوں نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔

گرمیوں کے اندر آپ کی نیند ظہر وعصر کے درمیان ایک لحظہ بیٹھ کر اور سردیوں میں رات کے اول حصہ میں ایک لحظہ بیٹھ کر ہوتی۔

آپ رات کو اس قدر گریہ فرماتے (روتے) کہ آپ کے پڑوسی آپ کی آواز کو سنتے تو انہیں آپ پر رحم آجاتا۔ آپ نے بیت اللہ شریف کے پچاس حج فرمائے۔

روایات میں ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ روضہ مطہرۂ سید الانبیاء ﷺ پر حاضر ہیں اور آنحضرت ﷺ کی قبر انور کو کھود رہے ہیں اور آپ کے سینہ مبارک کی طرف سے ہڈیاں جمع کر رہے ہیں۔ آپ نے ایک شخص کو امام ابن سیرین کی طرف خواب کی تعبیر حاصل

کرنے کی غرض سے بھیجا تو انہوں نے فرمایا" یہ خواب دیکھنے والا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے) ایسے علوم جمع کرے گا کہ ان سے قبل کسی نے جمع نہ کیے ہوں گے۔

امام شافعی نے فرمایا" **ان الناس فی تحصیل علم الفقہ عیال لابی حنیفۃ**"یعنی لوگ علم فقہ کے حصول میں امام اعظم کے عیال (بچے) ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا

"**انی رایت فی الکشف جد اول المذاھب الاربع، اطولھا مذھب الامام الاعظم ثم للمالك ثم للشافعی ثم للاحمد بن حنبل (رضی اللہ عنھم)**۔

یعنی میں نے کشف میں چاروں مذاہب کو چار نہروں کی صورت میں دیکھا کہ چاروں مذاہب میں سے امام اعظم کا مذہب سب سے زیادہ رواج پانے والا ہے۔اس کے بعد امام مالک کا مذہب (فقہ مالکی) اس کے بعد امام شافعی کا مذہب (فقہ شافعی) اور اس کے بعد امام احمد بن حنبل کا مذہب (فقہ حنبلی) ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

کثیر اولیاء نے آپ کے مذہب کی اتباع فرمائی جن میں ابراہیم بن ادہم ،داؤد طائی، فضیل بن عیاض، شقیق بلخی، معروف کرخی اور بایزید بسطامی رحمہم اللہ وغیرھم شامل ہیں۔

آپ کی ولادت سن ۸۱ کو کوفہ میں ہوئی۔ایک قول کے مطابق سن ولادت ۷۱ اور ایک قول کے مطابق ۶۱ ہجری ہے۔

آپ کی وفات رجب یا شعبان سنہ ۱۵۰ ھ کو بغداد میں ہوئی۔ بغداد میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور بغداد میں ہی تدفین ہوئی۔آپ کا جنازہ حسن بن عمارۃ نے پڑھایا اور پچاس ہزار افراد نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ (آپ کے جنازہ میں اتنے زیادہ لوگ تھے کہ چھ مرتبہ آپ کا جنازہ پڑھایا گیا۔بحوالہ "سیدنا امام الاعظم" مصنفہ مولانا شاہ تراب الحق قادری)

بعض لوگوں نے جنمیں خطیب بغدادی اور ابن جوزی وغیرہما شامل ہیں امام اعظم کے علوشان کا ادراک نہ ہونے کی بناء پر آپ پر طعن کیا ہے (حالانکہ) اسلاف سے منقول ہے کہ امام شافعیؒ نے ایک دن فجر کی نماز امام اعظمؒ کی قبر شریف کے قریب ادا فرمائی اس میں امام شافعی

نے (اپنے مذہب کے مطابق) نہ قنوت پڑھی اور نہ تسمیہ میں جہر فرمایا (فقط) امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کی رعایت فرماتے ہوئے۔ اور جس دن امام اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اسی دن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ انتھی کلام القھستانی مختصراً۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔

لقد عمر البلاد ومن علیھا امام المسلمین ابو حنیفۃ
باحکام وآثار وفقہٍ کآیات الزبور علی الصحیفۃ
فما بالمشرقین لہ نظیرٌ ولا بالمغربین ولابکوفۃ
فقیھاً کان فی الاسلام نوراً اماماً للخلیقۃ وللخلیفۃ
فلعنۃ ربنا اعداد رمل علی من رد قول ابی حنیفۃ

ترجمہ

احکام، احادیث اور فقہ کے متعلق آپ کے ارشادات اس طرح ہیں جیسا کہ زبور کی آیات صحیفہ پر، آپ کی نظیر نہ دونوں مشرقوں کے اندر ہے نہ دونوں مغربوں کے اندر اور نہ ہی کوفہ کے اندر ہے۔ آپ فقیہ اور اسلام میں نور تھے۔ مخلوق اور خلیفہ (دونوں کے) امام تھے۔ ہمارے رب کی لعنت ریت کے ذروں کے برابر اس شخص پر ہو جو آپ کے قول کو رد کرے۔

(از مقدمہ شرح الفقہ الاکبر لابی المنتہی عربی مطبوعہ استنبول، ترکی سن طباعت ۱۴۲۹ ھجری)

امام اعظمؒ کی تصنیفات

ہمارے معاصر مستند عالم دین مولانا السید شاہ تراب الحق قادری زید مجدہ اپنی تصنیف بعنوان ''سیدنا امام اعظم'' میں آپ کی تصانیف کے متعلق لکھتے ہیں۔

''صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانے میں کتابیں لکھنے کا زیادہ رواج نہیں تھا۔ لوگ اپنے حافظے اور یادداشت پر اعتماد کرتے۔ دوسری صدی ہجری میں تصنیف وتالیف کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تدوین فقہ کیلئے کوفہ میں مجلس فقہ قائم کی جس میں آپ اپنے شاگردوں کو احادیث اور فقہ املا کراتے تھے۔

اس علمی ذخیرہ کو آپ کے تلامذہ نے اپنے اپنے حلقوں میں بیان کیا اس طرح یہ روایات انہیں کی طرف منسوب ہوگئیں۔ گویا آپ کے تلامذہ کی طرف منسوب تصانیف درحقیقت امام اعظم کی تصانیف ہیں ان کے علاوہ امام اعظم کی تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

(۱) امام اعظم رضی اللہ عنہ کی نہایت معروف تصنیف ''فقہ اکبر'' ہے جو کہ اہل سنت وجماعت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے جس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں جن میں محدث علی قاری رحمہ اللہ کی شرح سب سے زیادہ مقبول ہے اس کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۲) کتاب السیر (۳) کتاب الاوسط (۴) الفقہ الابسط (۵) کتاب الرد علی القدریہ (۶) العالم والمتعلم (۷) کتاب الرای (۸) رسالۃ الامام ابی عثمان التیمی فی الاجاء (۹) کتاب اختلاف الصحابہ (۱۰) کتاب الجامع (۱۱) مکتوب وصایہ''

(''سیدنا امام الاعظم'' مصنفہ مولانا شاہ تراب الحق قادری ص ۳۷۔ مطبوعہ زاویہ پبلشرز اردو بازار لاہور)۔

کتاب فقہ اکبر کے محاسن اور علم توحید وعقائد کی اہمیت

شارح عقیدۃ الطحاویہ کے جانب سے فقہ اکبر کی وجہ تسمیہ

شارح عقیدۃ الطحاویہ علامہ صدرالدین علی بن علی بن محمد بن ابی العز، الحنفی، المتوفی ۷۹۲ھ شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۱۷ پر حمد وصلوٰۃ کے بعد امام اعظمؒ کی تالیف لطیف فقہ اکبر کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

"لما کان علم الاصول الدین اشرف العلوم اذ شرف العلم بشرف المعلوم وھو الفقہ الاکبر بالنسبۃ الی فقہ الفروع۔ ولھذا سمی الامام ابو حینفۃ رحمۃ اللہ علیہ ماقالہ وجمعہ فی اوراق من أصول الدین "الفقہ الاکبر" وحاجۃ العباد الیہ فوق کل حاجۃ وضرورتھم الیہ فوق کل ضرورۃ لانہ لاحیاۃ للقلوب ولا نعیم ولا طمانیۃ الا بان تعرف ربھا

ومعبودها وفاطرها باسمائه وصفاته وأفعاله .... الخ۔

یعنی جب یہ جان لیا گیا کہ اصول (1) دین کا علم تمام علوم سے اشرف (اعلیٰ) ہے کیونکہ کسی بھی علم کا شرف اس (علم کے) معلوم کے شرف کے اعتبار سے ہوتا ہے اور (اصول دین کی فقہ) یہ بڑی فقہ ہے (2)۔ بہ نسبت فروع کی فقہ سے اس لیے امام اعظم نے اصول دین (عقائد) کے متعلق جو کچھ بھی فرمایا اور اسے اوراق کے اندر جمع فرمایا اسے ''فقہ اکبر'' کا نام دیا (کیونکہ) بندوں کو اس (علم توحید وعقائد) کی حاجت سب حاجتوں سے زیادہ ہے۔ اور اس علم کی ضرورت تمام ضرورتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ دلوں کی کوئی زندگی نہیں اور نہ چین وسکون ہے سوائے اس کے کہ وہ اپنے رب، اپنے معبود اور اپنے پیدا کرنے والے کو اس کے اسماؤ صفات اور افعال سے پہچانیں۔ الخ

حضرت علی بن سلطان محمد القاری معروف بہ ملا علی قاری حنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ شرح فقہ اکبر کے مقدمہ میں علم توحید وعقائد کی اہمیت کے ضمن میں اس طرح فرماتے ہیں۔

اعلم أن علم التوحيد الذى هو اساس بناء التابيدأشرف العلوم تبعاً للمعلوم لكن بشرط ان لا يخرج من مدلول الكتاب والسنة واجماع العدول، ولا يدخل فيه مداخل مجردة لادلة العقول كما وقع فيه اهل البدعة فتركوا طريق الجادة التى عليها السنة والجماعة كماأ خبربه الصادق وفق الواقع المطابق على مارواه (الترمذى) وغيره انه ﷺ قال انَّ بنى اسرائيل تفرقت على اثنتين وسعبين ملة وتفرق أمتى على ثلاث وسعبين ملة كلهم فى النار الا ملة واحدة ، قالوا! من هى يارسول الله قال: ماأ ناعليه واصحابى۔

''جاننا چاہیے کہ علم توحید جو کہ اساس بناء تابید ہے اپنے معلوم (کے شرف کی وجہ سے) اشرف العلوم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کتاب وسنت اور اجماع امت سے (اس علم کو حاصل

---

1) علم دین کی دو اقسام ہیں۔ علم العقائد اور علم الاحکام علم عقائد کو علم اصول بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح احکام کو فروع سے تعبیر کرتے ہیں (کذا فی ابی المنتہی ملخصاً) (2) فقہ بمعنی سمجھ۔

کرتے وقت) خروج نہ کیا جائے اور دلائل عقلیہ اسمیں مطلق داخل نہ ہوں جیسا کہ اہل بدعت اس میں واقع ہوئے اور انہوں نے جادہ مستقیم کہ جس پر اہل سنت و جماعت ہیں کو چھوڑ دیا جیسا کہ مخبر صادق ﷺ نے مطابق واقعہ خبر ارشاد فرمائی اور جسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''بنی اسرائیل بہتر گروہوں میں منقسم ہوئے اور میری امت تہتر گروہوں میں تقسیم ہوگی تمام جہنمی ہیں سوائے ایک گروہ کے۔ تو صحابہ نے عرض کیا کہ وہ (جنتی یا نجات پانے والا گروہ) کون سا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا (وہ ناجی گروہ اس طریقے پر ہوگا) جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔''

وفی روایۃ احمد وابی دائود عن معاویۃ اثنتان وسبعون فی النارو واحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنی اکثر اھل الملۃ فان امتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تجتمع علی الضلالۃ علی ماورد عنہ علیہ الصلوۃ والسلام وفی روایۃ علیکم بالسواد الاعظم۔

''اور ایک روایت میں ہے جس کو امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بہتر گروہ جہنمی ہیں اور ایک گروہ جنتی ہے اور وہ جماعت ہے یعنی امت کا اکثر حصہ۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی امت کی کثرت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی جیسا کہ حضور ﷺ سے (اس ضمن (1) میں) منقول ہے۔ کہ ایک روایت میں ہے ''تم پر سواد اعظم (بڑے گروہ) کی پیروی لازم ہے۔ الخ۔

وخلاصۃ الکلام وسلالت المرام أن العقائد الصحیحۃ وما یقویھا من الادلۃ الصریحۃ کما توثرفی قلوب اھل الدین وتثمر کمال الایمان والیقین کذالك عقائد الباطلۃ توثر فی القلب وتقسیہ وتبعدہ عن حضورالرب وتسودہ وتضعف یقینہ وتزلزل دینہ بل ھی اقوی اسباب

(1) اس حدیث کو امام حاکم، امام طبرانی نے کبیر میں اور ابن ابی عاصم نے السنۃ میں حضرت ابن عمرؓ سے اسناد ضعیف کے ساتھ روایت کیا اور حدیث کے لفظ یہ ہیں۔ **ماکان لیجمع ھذہ الامۃ علی الضلالۃ ابداً ویداللّٰہ علی الجماعۃ ھکذا فعلیکم بسواد الاعظم، فانہ من شذ شذ فی النار۔** ترجمہ: کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ اور اللہ کا ید (بلا کیف) جماعت پر ہے اسی طرح ''پس تم پر سواد اعظم (گروہ عظیم) کی پیروی لازم ہے اور جو (سواد اعظم) سے علیحدہ ہوا وہ دوزخ میں گرا''۔

سوء الخاتمة نسأل الله العفو و العافیه ۔

خلاصہ کلام اور نتیجہ مرام (یہ ہے کہ) عقائد صحیحہ اور اسے تقویت دینے والی ادلہ صریحہ جیسا کہ اہل دین کے قلوب میں تاثیر کرتی ہیں۔ ان کا ثمر کمال ایمان اور کمال یقین ہے۔ ایسے ہی عقائد باطلہ دل پر جو اثر کرتے ہیں (اس کی وجہ سے دل) سخت اور اپنے رب سے دور ہو جاتے ہیں۔ دل سیاہ ہو جاتے ہیں اور ان کا یقین کمزور اور دین متزلزل ہو جاتا ہے بلکہ (عقائد کا برا ہونا) برے خاتمے کا سب سے قوی سبب ہے۔ اس سے ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور اس کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

(شرح فقہ اکبر للملا علی القاری الحنفی المکی المتوفی ۱۰۱۴ ہجری، ص ۷ تا ۲۰ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

امام ابو المنتہی احمد بن محمد المغنیساوی الحنفی المتوفی ۱۰۰۰ ہجری۔

اپنی شرح فقہ اکبر میں علم عقائد کی اہمیت اور فقہ اکبر کے متعلق اس طرح فرماتے ہیں

انَّ کتاب الفقه الاکبر الذی صنفه الا مام الا عظم کتاب صحیح مقبول قال الشیخ الامام فخر الاسلام علی البزدوی فی اصول الفقه العلم نوعان، علم التوحید والصفات وعلم الشرائع والا حکام والاصل فی النوع الاول هوالتمسك بالکتاب والسنة ومجانبة الهوی والبدعت ولزوم طریق السنة والجماعة الذی کان علیه الصحابة والتابعون ومضی علیه السلف الصالحون رضوان الله علیهم اجمعین۔ وهوالذی ادرکناعلیه مشائخنا وکان علی ذلك سلفنا اعنی بهم ابا حنیفة وابا یوسف ومحمد وعامة اصحابهم وقد صنف ابو حنیفة فی ذلك الفقه الاکبر وذکرفیه اثبات الصفات واثبات تقدیر الخیر والشر من الله تعالیٰ وان ذلك کله بمشیة الله تعالیٰ انتهی کلام فخر الاسلام۔

"یہ کتاب فقہ اکبر جسے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تصنیف فرمایا ہے، کتاب صحیح اور مقبول ہے۔ فخر الاسلام شیخ علی البزدوی نے اصول فقہ کے اندر کہا کہ علم دو طرح کے ہیں۔ علم توحید وصفات اور علم شرائع واحکام، اور نوع اول (علم توحید وصفات) میں کتاب وسنت کو مضبوطی سے

پکڑنا ہے اور خواہش و بدعت سے دور رہنا ہے اور اہل سنت و جماعت کے طریق کو لازم پکڑنا ہے کہ جس طریق پر صحابہ و تابعین تھے اور جس (طریق پر) سلف صالحون گزرے۔ اللہ ان سب سے راضی ہو۔ اور (وہ طریقہ) جس پر ہم نے اپنے مشائخ کو پایا اور جس پر ہمارے اسلاف چلے۔ میری مراد (ان سے) امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد اور ان کے دیگر اصحاب ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جو فقہ اکبر تصنیف فرمائی اس میں آپ نے صفات باری تعالیٰ کو ثابت فرمایا اور تقدیر خیر و شر جو کہ اللہ کی طرف سے ہے کا اثبات فرمایا اور یہ کہ تمام (خیر و شر) اللہ کی طرف سے ہے۔ فخر الاسلام شیخ علی البزدوری کا کلام ختم ہوا۔

(شرح فقہ اکبر لامام ابی المنتہی مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور ص ۴۔۳)

فقہ اکبر کی سند

بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ "فقہ اکبر" بے سند کتاب ہے اور امام اعظم تک اس کی سند کہیں مذکور نہیں اور جب ان سے یہ کہا جائے کہ عالم شہیر محدث علی قاری نے اس کی شرح فرمائی ہے تو کیا آپ نے ایک بے سند کتاب جو امام صاحب سے منسوب ہے اس کی شرح لکھ دی؟ تو جواباً وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملا علی قاری بذات خود کوئی سند نہیں ہیں کہ ان کے اس کی کتاب کی شرح لکھنے سے یہ کتاب امام صاحب کی تصنیف ثابت ہو جائے اور اس طرح کے کئی اور ڈھکوسلے بھی یہ لوگ پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مذکور الصدر دو حوالہ جات سے جو کہ حضرت محدث علی قاری کے علاوہ ہیں یہ چیز تو ثابت ہوئی کہ یہ کتاب فقہ اکبر امام صاحب ہی کی تصنیف ہے اور شارح عقیدۃ الطحاویہ مولانا صدر الدین علی بن علی بن محمد بن ابی العز نے تو فقہ اکبر کی وجہ تسمیہ بھی ذکر فرما دی۔

اور دوسری جگہ پر ایک اور حنفی بزرگ ابو المنتہی احمد بن محمد المغنیساوی نے فخر الاسلام شیخ علی البزدوی کے حوالہ سے نقل کیا کہ "فقہ اکبر" جو کہ امام اعظم کی تصنیف ہے "یہ کتاب صحیح و مقبول ہے"۔ نیز انہوں نے یہ بھی نقل فرمایا کہ اس کتاب میں امام اعظم نے اثبات صفات کے ساتھ ساتھ اثبات تقدیر خیر و شر من اللہ تعالیٰ بھی فرمایا۔

شارح عقیدۃ الطحاویہ کا فقہ اکبر سے استدلال

شارح عقیدۃ الطحاویہ مولانا صدرالدین ابوالعز الحنفی ایک جگہ پر شرح عقیدۃ الطحاویہ میں صفات متشابہات کے اثبات میں فرماتے ہیں۔

"قال ابو حنیفة فی الفقه الاکبر له ید ووجه ونفس کما ذکر تعالیٰ فی القرآن من ذکر الید والوجه والنفس فهوله صفة بلا کیف ولا یقال ان یده قدرته ونعمته لان فیه ابطال الصفة۔

"امام اعظم ابوحنیفہ نے فقہ اکبر میں فرمایا کہ اللہ کیلئے ید ہے وجہ ہے اور نفس ہے جیسا کہ اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا پس یہ بلا کیف صفات ہیں اور اللہ کے ید کو اس کی قدرت یا نعمت نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس سے صفت (ید) کو باطل کرنا ہے"۔

(شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۱۸۸ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)

شرح عقیدۃ الطحاویہ کے اس حوالہ مذکورہ کے باوجود ہم انشاء اللہ تعالیٰ فقہ اکبر کی سند کا ذکر کرتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک تو ہمیں کشف الظنون میں اس کتاب کی سند ملی اور دوسری جگہ شرح فقہ اکبر لابی المنتهی مطبوعہ استنبول (ترکی) کے مقدمہ میں عالم شہیر ترجمان احناف الشیخ محمد زاہد الکوثری (۱) کے حوالے سے اس کی سند ملی۔ دونوں حوالہ جات ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

وما توفیقنا الا باللّٰه العلی العظیم

کشف الظنون میں حاجی خلیفہ اس طرح رقمطراز ہیں۔

"الفقه الاکبر فی الکلام للا مام الاعظم ابی حنیفة نعمان بن ثابت

۱۔ امام محمد زاہد الکوثری شوال ۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۹ء کو قریہ الحاج حسن آفندی دوزجہ ترکی میں پیدا ہوئے بہت متصلب حنفی عالم تھے۔ ترکی میں پیدا ہوئے مگر اسکندریہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ بیسیوں کتب آپ کی یادگار ہیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ تانیب الخطیب علی ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفہ من الاکاذیب (خطیب بغدادی کی اس کتاب کے رد میں جس میں اس نے امام اعظم ابوحنیفہ کی مذمت بیان کی)

۲۔ النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفہ۔ ۳۔ احقاق الحق بابطال

الکوفی المتوفی سنه ۱۵۰ھ وروی عنه ابو مطیع البلخی"

فقہ اکبر علم کلام (عقاید) میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کی تصنیف ہے جسے ان سے ابومطیع بلخی نے روایت کیا۔

شیخ زاہد الکوثری 'شرح فقہ اکبر لابی المنتہی' کے مقدمہ میں اس ضمن میں اس طرح لکھتے ہیں۔

امابعد ! فان العالم والمتعلم روایت ابی مقاتل حفص بن سلم السمرقندی عن الامام الاعظم ابی حنیفة النعمانؓ والرسالة التی بعث بها ابو حنیفة الی عالم البصرة عثمان بن مسلم البتی المتوفی فی ۱۴۳ھ روایت ابی یوسف عن ابی حنیفة والفقه الاکبر روایت ابی مطیع عن ابی حنیفة المعروف عند اصحابنا بالفقه الابسط والفقه الاکبرروایة حماد بن ابی حنیفة عن ابیهؓ والوصیة فی عقیدة اهل السنة روایت ابی یوسف عن ابی حنیفة فتلك الرسائل هی العمد عند اصحابنافی معرفة العقیدة الصحیحة التی کان علیها النبی ﷺ واصحابه ومن بعدهم اهل السنة علی توالی السنین۔

"حمد وصلوٰۃ کے بعد۔ پس یقیناً العالم والمتعلم ابومقاتل حفص بن سلم السمرقندی کی امام اعظم ابوحنیفہؓ سے روایت ہے اور وہ رسالہ جسے امام صاحب نے بصرہ کے عالم عثمان بن مسلم البتی کی طرف بھیجا وہ امام ابو یوسف کی امام صاحب سے روایت ہے، اور فقہ اکبر کو ابو مطیع نے امام اعظم سے روایت کیا جو کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک فقہ الابسط کے نام سے مشہور ہے۔ اور فقہ اکبر حماد بن امام اعظم کی اپنے والد سے روایت ہے اور الوصیة فی عیقدة اهل السنة یہ

الباطل فی مغیث الخلق۔

۴۔ نظرة عابرة فی مزاعم من ینکر نزول عیسی قبل الاخرة ۵۔ لا اشفاق علی احکام الطلاق۔

۶۔ الاستبصار فی التحدث عن الجبر والاختیار ۷۔ بلوغ الامانی فی سیرة الامام محمد بن حسن شیبانی

۸۔ الحاوی فی سیرة الامام جعفر الطحاوی ۹۔ حسن التقاضی فی سیرة الام ابی یوسف القاضی۔

۱۰۔ مقالات الکوثری (کما فی علم الروایة والاسناد۔ تالیف، محمد بن عبداللہ آل رشید، مطبوعہ دار الفتح للدراسات والنشر ریاض سعودی عرب)

امام ابو یوسف کی امام صاحب سے روایت ہے۔

اور یہ رسائل ہمارے اصحاب کے نزدیک عقائد صحیحہ کی معرفت کیلئے ستون کی مانند ہیں (وہ عقائد صحیحہ) جس پر نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب تھے اور ان کے بعد مرور زمانہ کے ساتھ اہل السنۃ ہیں۔

وامام الهدى ابو منصور الماتردى وعن سائر الائمة بنى تو ضيح الدلائل على مسائل تلك الرسائل كما جرى على ذلك الامام المجتهد ابو جعفر الطحاوى فى كتابه(بيان اعتقاد اهل السنة والجماعة على مذهب فقهاء الملة ابى حنيفة وابى يوسف ومحمد بن الحسن رضى الله عنهم المعروف بعقيده الطحاوية) فتبين من ذلك مبلغ اهمية تلك الرسائل عندالباحثين۔

''اور امام ہدی ابو منصور ماتریدی اور دیگر تمام آئمہ نے ان رسائل کے مسائل کی توضیح پر دلائل قائم کیے جیسا کہ اس پر امام مجتہد ابو جعفر طحاوی نے اپنی کتاب (بیان اعتقاد اهل السنة والجماعة على مذهب فقهاء الملة ابى حنيفة وابى يوسف ومحمد بن الحسن رضى الله عنهم) معروف بہ عقیدۃ الطحاویۃ میں ان رسائل کی توضیح فرمائی۔ اور اپنی اس کتاب معروف بہ عقیدۃ الطحاویہ میں امام صاحب کے ان رسائل کی اہمیت عند الباحثین کے متعلق صراحت فرمائی۔

واما الفقه الاكبر روايت حماد بن ابى حنيفة عن ابيه فله شروح كثيرةٌ وقد طبع مرات فى كثير من العواصم كما طبع كثير من شروحه واما سنده ففى النسخة الخطيه المحفوظة ضمن الجموعة رقم (٦٢٢) بمكتبة شيخ الاسلام العلامه عارف حكمت بالمدينة المنورة (زادها الله تكريما) ففى اولها شدالشيخ ابراهم الكورانى فى الكتاب الى على بن احمد الفارسى عن نصير بن يحيىٰ عن ابن مقاتل (محمد بن مفاتل رازى) ـعن عصام ابن يوسف عن حماد بن ابى حنيفة عن ابيه رضى الله عن الجميع۔

''اور رہی فقہ اکبر جو کہ حماد بن ابوحنیفہ کی اپنے والد سے روایت ہے اس کی بہت ساری شروح ہیں اور یہ کئی مرتبہ مختلف ممالک کے اندر طبع ہوئی ہے جیسا کہ اس کی شروحات کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہیں۔ اور رہی اس کی سند تو یہ ایک قلمی نسخہ کے اندر جو کہ مجموعہ نمبر ۶۲۲ کے تحت مکتبہ شیخ الاسلام علامہ عارف حکمت مدینہ منورہ (اللہ اس شہر کے عزت میں اضافہ فرمائے) کے اندر موجود ہے اس کے شروع میں الشیخ ابراہیم الکورانی نے سندیوں باندھی ہے۔

علی بن احمد فارسی (1) نے نصیر بن یحییٰ (2) انہوں نے محمد بن مقاتل رازی (3) انہوں نے عصام (4) بن یوسف انہوں نے حماد بن ابی حنیفہ (5) سے اور انہوں نے اپنے والد سے (فقہ اکبر کو) روایت کیا ہے۔

(از امام محمد زاہد الکوثری الحنفی، مقدمہ شرح فقہ اکبر لابی المنتہیٰ، مطبوعہ استنبول ترکی)

---

1) المتوفی ۳۳۵ ہجری

2) وهو نصير بن يحيىٰ البلخي اخذ الفقه عن ابى سليمان الجوز جانى عن محمد مات فى ؒ ه نصیر بن یحییٰ بلخی انہوں نے فقہ ابوسلیمان جوز جانی سے حاصل کی اور انہوں نے امام محمد سے ۲۶۸ ہجری میں ان کا وصال ہوا۔ (فوائد البہیہ ص ۲۲۱)

3) وهو محمد بن مقاتل الرازى من اصحاب محمد بن الحسن قال ذهبى حدث عن وكيع توفى فى سنة ه محمد بن مقاتل رازی یہ امام محمد بن الحسن کے اصحاب سے تھے اور ذہبی نے کہا کہ انہوں نے وکیع سے حدیث روایت کی۔ اور انہوں نے ۲۴۸ ہجری میں وفات پائی۔ (فوائد البہیہ ص ۲۰۱)

4) وهو عصام بن يوسف بن ميمون بن قدامة ابو عصمة البلخى أخوابراهيم بن يوسف البلخى كا ناشيخى بلخ فى زمانهما بغير مدافع لهما توفى فى ۱۲۰ ه عصام بن یوسف بن میمون بن قدامہ ابوعصمت بلخی جو ابراہیم بن یوسف بلخی کے بھائی تھے، یہ دونوں اپنے زمانے میں بلا مدافعت بلخ کے شیخ تھے، انہوں نے ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔
(فوائد البہیہ ص ۲۰۱)

5) تفقه على ابيه وافتى فى زمانه وتفقه عليه ابنه اسماعيل وهومن طبقة ابى يوسف ومحمد والحسن بن زياد وكان الغالب عليه الورع والزهد۔

فقہ اکبر میں حضور ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق مؤقف

بعض لوگ فقہ اکبر کے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہونے کا انکار اس لئے بھی کرتے ہیں کہ اس میں ابوین رسول ﷺ کے ایمان کی نفی کی گئی ہے حالانکہ یہ درست نہیں۔ بلکہ امام اعظم جیسی چنیدہ و برگزیدہ ہستی سے یہ کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ جس بارگاہ کے طفیل انہیں سب کچھ میسر آئے اور جن کے عطا کردہ دین کے آپ عطا یافتہ امام ہوں انہیں کے والدین کریمین کے متعلق ایسی بات لکھ دیں کہ جو نہ تو تحقیق و آگہی کے مطابق ہو اور نہ ہی ذوق محبت کے موافق، بلکہ درست یہ ہے کہ ابوین شریفین کے ایمان کے متعلق امام اعظم کا موقف وہی ہے جو خود رسول کریم ﷺ آپ کے اصحاب اور تمام امت کا مؤقف ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین کفر پر فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ حالت ایمان میں دنیا سے رحلت فرما گئے اس متعلق فقہ اکبر کے خلاف جو پراپیگنڈہ ہے ہم حسب مقدور اس سے اس کا دفاع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

امام محمد زاہد الکوثری اس معاملے کی توضیح فرماتے ہوئے شرح فقہ اکبر کے مقدمہ میں اس طرح رقم طراز ہیں۔

ففی بعض تلك النسخ: وابو النبی ﷺ ماتا علی (الفطرة) سهلة التحريف علی(الكفر) فی الخط الكوفی وفی اكثرها ما ماتا علی الكفر۔

انہیں بعض (قلمی، قدیم) نسخوں میں (اسطرح ہے کہ) حضور ﷺ کے والدین فطرۃ پر فوت ہوئے جس کی تحریف خط کوفی کے اندر کفر کی طرف نہایت آسان ہے اور اکثر نسخوں میں ہے کہ ماماتا علی الکفر یعنی ابوین کریمین کفر پر فوت نہیں ہوئے۔

آگے علامہ زاہد الکوثری فرماتے ہیں۔

حضرت حماد بن ابوحنیفہ نے اپنے والد سے فقہ حاصل کی اور ان کے زمانے میں ہی فتوی دیا۔ ان سے ان کے صاحبزادے اسماعیل نے فقہ حاصل کی اور آپ امام ابو یوسف و امام محمد امام حسن بن زیاد کے طبقہ سے تھے۔ ان پر تقوی اور زہد غالب تھا۔ (كما فی الفوائد البهية، للا مام ابی الحسنات عبدالحی الكنوی الهندی، ص ٦٩)

"کأن الامام یریدبه الرد علی من یروی حدیث(ابی وابوك فی النار) ویری کونهما من اهل النار لان انزال المرءِ فی النارلا یکون الا بدلیل یقینی وهذا الموضوع لیس بموضوع عملی حتی یکفی فیه بالدلیل الظنی۔"

گویا اس (ماماتا علی الکفر)(1) سے امام اعظم کا منشاء اس شخص کا رد ہے جو یہ (موضوع) حدیث روایت کرتا ہے (میرا اور تمہارا باپ دوزخ میں ہے) اوران دونوں کو جہنم میں دیکھتا ہے کیونکہ کسی آدمی کا دوزخ میں انزال دلیل یقینی کے بغیر ممکن نہیں اور یہ حدیث موضوع ہے اور موضوع عملی بھی نہیں کہ دلیل ظنی ہی ہو جائے۔(2)

اس مسئلے کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے آگے فرماتے ہیں۔

"ویقول الحافظ محمد مرتضیٰ الزبیدی شارح الاحیاء والقاموس فی رسالة (الانتصار لوالدی النبی المختار) وکنت رأیتها بخطه عند شیخنا احمد بن مصطفی العمری الحلبی مفتی العسکر العالم المعمر مامعناه ان الناسخ لمارأی تکرار فی (ماماتا) ظن ان احدٰهما زائدة فحذفها فذاعت نسخة الخاطئة ومن الدلیل علی ذلك سیاق الخبر لأن اباطالب والا بوین لو کانواجمیعاً علی حالتٍ واحدة لجمع الثلاثه فی الحکم بجملة واحد ة لا بجملتین مع عدم التخالف بینهم فی الحکم۔"

"اور حافظ محمد مرتضیٰ زبیدی جو کہ احیاء اور قاموس کے شارح ہیں اپنے رسالہ بعنوان (الانتصار لوالدی النبی المختار ﷺ) میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ احمد بن مصطفیٰ

---

1) یہاں اگر صرف ابوین شریفین کے ایمان کا اثبات مقصود ہوتا تو اس حرف نفی کے بغیر بھی کیا جاسکتا تھا مگر اس طرح اس موضوع حدیث کا رد نہ ہو پاتا اس لئے امام صاحب نے ایک عبارت میں دو مقاصد ذکر فرمائے ایک تو ابوین شریفین سے کفر کی نفی کر کے ان سے ایمان کا اثبات اور دوسرا موضوع حدیث (ابی وابوک فی النار) کا رد اور ابطال۔ (محشی غفرلہ)

2) یعنی یہ حدیث موضوع۔ موضوع عملی بھی نہیں کہ دلیل ظنی کی طاقت رکھے چہ جائیکہ اسے دلیل قطعی

العمری الحلبی جو کہ مفتی العسکر اور عالم معمر ہیں کہ پاس یہ لکھا دیکھا جس کا معنی ہے کہ ناسخ (کاتب) نے جب (ما) کا ماماتا میں تکرار دیکھا تو اس نے ایک ما (نافیہ) کو زائد جانتے ہوئے (ازخود) حذف کر دیا اور یہ نسخہ خاطئہ (خطاوالانسخہ) مشہور ہو گیا اور اس کی دلیل خبر کا سیاق (1) ہے۔ کیونکہ اگر ابو طالب اور ابوین شریفین ایک ہی حالت میں اکٹھے ہوتے تو تینوں کو حکم میں (2) بھی ایک ہی جملہ میں جمع کر دیا جاتا، حکم میں ان کے مابین تفاوت نہ ہونے کی وجہ سے۔

حافظ مرتضٰی زبیدی کی اس رائے کو نقل کرنے کے بعد علامہ کوثری فرماتے ہیں۔

هذا رأى وجيه من الحافظ الزبيدى الاانه لم يكن رأى النسخة التى فيها (ماماتا) وانما حكى ذلك عمن رآها وانى بحمد الله رأيت لفظ (ماماتا) فى نسختين بدار الكتب المصرية قديمتين كمارأى بعض اصدقائى لفظى (ماماتا)و(على الفطرة) فى نسختين قديمتين بمكتبة شيخ الاسلام المذكورة۔

"یہ حافظ محمد مرتضٰی زبیدی کی طرف سے بہت پختہ رائے ہے مگر انہوں نے وہ نسخہ نہیں دیکھا جس میں (ماماتا) ہے بلکہ انہوں نے اس نسخے کو دیکھنے والے سے روایت کیا ہے مگر میں (علامہ زاہد الکوثری) نے بحمد اللہ دار الکتب مصریہ کے دو قدیم نسخوں میں لفظ (ماماتا) دیکھا ہے جیسا کہ میرے بعض دوستوں نے مکتبہ شیخ الاسلام مذکورہ کے دو قدیم نسخوں میں لفظ (ماماتا) اور (علی الفطرۃ) دیکھے ہیں۔

سمجھا جائے یا یہ دلیل قطعی کے معارض ہو۔

1) فقہ اکبر کا متن ابوین شریفین اور ابو طالب کے متعلق اس طرح ہے "ووالدارسول اللہ ﷺ **ما ماتا على الكفر وابو طالب عمه مات كافراً**"

2) اس صورت میں عبارۃ اس طرح ہونی چاہیے تھی۔ **ووالدارسول الله ﷺ وابو طالب عمه ماتوا كافراً** یا **ماتو اعلى الكفر** جبکہ دراصل ایسا نہیں۔

اعتراض

اگر اصل نسخوں میں (ماماتا) یا (علی الفطرۃ) مرقوم ہے تو پھر ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کی شرح میں ابوین شریفین کے ایمان کی نفی کیوں کی گئی ہے۔

جواب

اس اعتراض کا ایک جواب تو علامہ زاہد الکوثری نے ہی نقل کیا ہے اور دوسرا جواب اسی مقدمے کے اندر صاحب سبل السلام کے حوالے سے نقل ہے۔ پہلے ہم علامہ زاہد الکوثری کا جواب نقل کرتے ہیں۔

(1) آپ فرماتے ہیں۔

"وعلی القاری بنی شرحه علی النسخة الخاطئنه وأساء لادب سامحه الله تعالیٰ"

اور علی قاری (رحمہ اللہ علیہ) نے اپنی شرح اسی خطاوالے نسخے پر مرتب فرمائی اور بے ادبی کے مرتکب ہوئے اللہ رب العزت ان سے درگزر فرمائے۔

(ط) وقال فی سبل السلام ..... ، واما علی القاری رحمه الله المتوفی ۱۰۱۴ھ فامارجع عن رأیه فی حق ابوی النبی ﷺ او وقع علیه الافتراء بتحریف مؤلفاته اولاً ثم تالیف الرسالة المستقلة باسمه ثانیاً کما دل دلالة صراحةٌ واشارة علی رجوعه اوالافترا علیه قوله فی شرح الشفاء الذی الفهافی آخر عمره قبل ثلث سنوات اما الصراحة ففی الموضعین۔

اور رہے علی قاری رحمہ اللہ الباری المتوفی ۱۰۱۴ھ یا تو انہوں نے حضور ﷺ کے والدین کے متعلق اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا، یا یہ اولاً ان کی تالیفات میں تحریف کے ذریعے افترا واقع ہوا۔ (کیونکہ) بعد میں آپ نے ایک مستقل رسالہ اس ضمن میں تحریر فرمایا (1) جیسا کہ دلالت صریح ان کے اس موقف سے رجوع یا افتراء (سے برائت) پر دال ہے۔

---

1) اس رسالے کا نام "رسالۃ فی والدی المصطفیٰ ﷺ کما فی فوائد البہیۃ ص ۹

اما لموضع الاول فی ج۱ ص۶۰۱ فقال فیه بعد کلام صاحب الشفاء (ان ابا طالب قال للنبی ﷺ وهو ردیفه بذی المجاز عطشت ولیس عندی ماء فنزل النبی ﷺ وضرب بقدمه الارض فخرج الماء فقال (اشرب) وابو طالب لم یصح اسلامه واما اسلام ابویه ﷺ ففیه اقوال والاصح اسلامهما علی مااتفق علیه الا جلة من الامة کما بینه السیوطی فی رسائله الثلاث المؤلفة۔

موضع اول ج۱/ص ۶۰۱ جس میں (ملا علی قاری نے) صاحب شفاء کے اس کلام کے تحت کہ (ابو طالب نے نبی ﷺ سے اس حال میں عرض کیا کہ جب وہ ذوالمجاز میں آپ کے ردیف تھے کہ مجھے پیاس لگی اور میرے پاس پانی نہیں۔ تو حضور (یہ سن کر) سواری سے اترے اور اپنے قدم مبارک کو زمین پر مارا تو پانی نکل آیا تو آپ نے فرمایا پیو) لکھا کہ ابو طالب تو اسلام نہ لائے مگر حضور ﷺ کے ابوین کے ایمان کے متعلق بہت سے اقوال ہیں جن میں صحیح ترین قول کے مطابق حضور کے ابوین کریمین مومن تھے اور اس پر اجلہ امت کا اتفاق ہے جیسا کہ امام سیوطی نے اپنے تین رسائل کے اندر اس کی صراحت فرمائی۔

"واما الموضع الثانی فی ج۱ ص۶۰۱ من مطبعة استنبول ثم من مطبعة دارالکتب العلمیة ومئوسسة دارالعلوم فقال فیه بعد کلام الشفاء (وعن الحسن اتی رجل النبی ﷺ فذکر له انه طرح بنیة له فی وادی کذا فانطلق معه الی الوادی وناداها باسمهایا فلانةاجیبی باذن الله تعالیٰ فخرجت وهی تقول لبیك وسعد یك فقال لها ان ابویك قد اسلما فان احببت ان اردك علیهما فقالت لا حاجة لی بهماوجدت الله خیراًله منهما)واما ما ذکروا من احیائه ﷺ ابویه فالاصح انه وقع علی ما علیه الجمهورالثقات کما قال السیوطی فی رسائله الثلاث المولفات"

اور دوسری جگہ ج۱/ص ۶۴۸ (شرح شفاء لملا علی القاری) مطبعہ استنبول ۱۳۱۶ھ پھر مطبعہ دار الکتب العلمیہ اور مؤسسۃ دار العلوم میں صاحب شفا کے اس کلام کے تحت (حضرت

حسن سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس حاضر ہوا اور اس نے بتایا کہ اس کی ایک بیٹی تھی جس کو اس نے فلاں وادی میں (اسلام لانے سے قبل) پھینک دیا تھا تو حضور ﷺ اس کے ساتھ اس وادی میں تشریف لے گئے اور اس کی بیٹی کو پکارا کہ اے فلانی اللہ کے حکم سے مجھے جواب دو۔ پس وہ لڑکی نکلی اور بولی، لبیک وسعدیک تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تیرے والدین اسلام لے آئے ہیں اگر تو چاہے تو میں تمہیں ان کی طرف لوٹا دوں تو اس لڑکی نے کہا کہ مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں میں نے اللہ کو اپنے لیے ان سے بہتر پایا ہے) فرماتے ہیں کہ جو حضور ﷺ کے متعلق آپ کے ابوین کو زندہ کرنے کے متعلق ذکر کیا گیا ہے پس صحیح ترین یہ ہے کہ ایسا ہوا ہے اور اسی مذہب پر جمہور ثقات ہیں جیسا کہ امام سیوطی نے اپنے تین رسائل جو انہوں نے تالیف فرمائے میں ذکر فرمایا ہے۔

شرح شفاء کے حوالہ جات گزر چکے اسی طرح مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح کے اندر بھی دو ایک مقامات پر ملا علی قاری نے ابوین شریفین کے ایمان کی صراحت فرمائی ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم یہاں مرقاۃ سے صرف ایک حوالہ نقل کریں گے۔

"فقال فی المرقاۃ ناقلاً من کتاب الوفاء بعد قول النبی ﷺ (انی عند اللّٰہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینۃ وساخبرکم باول أمری دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسیٰ ورؤیا اُمی التی رأت حین وضعتنی وقد خرج لھا نورٌ أضاء لھامنہ قصور الشام) ان امہ ﷺ رأت حین دنت ولادتھا أتاھاآت فقال قولی اعیذہ بالواحد من شرکل حاسد بعد ان رأت حین حملت بہ ان اتاھا وقال ھل شعرت انک حملت بسید ھذہ الامۃ ونبیھا" انتھی ما فی المرقاۃ فی ج ۱۰ /ص ۴۴۰ دار الکتب العلمیۃ۔

"ملا علی قاری نے مرقاۃ میں کتاب الوفاء سے نقل کرتے ہوئے حضور ﷺ کے اس قول شریف کے تحت (میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں۔ درآں حالیکہ آدم (علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام) کا خمیر ابھی گوندھا جا رہا تھا۔ میں تمہیں اپنے آغاز کے متعلق خبر دوں کہ میں ابراہیم (علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام) کی دعا ہوں اور میں عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا خواب ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے

وقت دیکھا اور ان (حضور کی والدہ) سے ایک نور نکلا جس سے ان کیلئے شام کے محلات روشن ہو گئے) لکھا کہ حضور ﷺ کی والدہ محترمہ نے حضور کی ولادت کے وقت دیکھا کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے عرض کیا کہ آپ کہیے کہ میں اس (مولود) کو واحد (یعنی اللہ تعالیٰ) کی پناہ میں دیتی ہوں ہر حاسد کے شر سے اور جب آپ، حضور ﷺ سے حاملہ تھیں اس وقت ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور اس نے کہا کہ کیا آپ کو پتہ ہے کہ آپ اس امت کے سردار اور نبی (1) کی حاملہ ہیں؟۔(انتھیٰ ما فی المرقاۃ فی ج ط /ص لا، مکتبۃ در الکتب العلمیہ از مقدمہ شرح الفقہ الاکبر لابی المنتھی مطبوعۃ استنبول)۔

الحمد اللّٰہ علی ذلك

مندرجہ بالا سطور میں فاضل شہیر عالم جلیل ترجمان احناف علامہ زاہد الکوثری علیہ الرحمۃ نے وہ سارے شکوک وشبہات زائل کر دیئے جو کہ ایک عرصہ سے اہل علم کو حائل تھے۔

نیز مندرجہ بالا بحث وشواہد سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) فقہ اکبر امام الائمہ سراج الامہ نعمان بن ثابت الکوفی معروف بہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ ہی کی تصنیف ہے۔

(۲) اس کتاب کو آپ سے کشف الظنون کی روایت کے مطابق ابو مطیع بلخی اور علامہ زاہد الکوثری کے مطابق آپ کے فرزند حضرت حماد بن امام اعظم نے روایت کیا ۔لہٰذا یہ کہنا کہ یہ بے سند کتاب ہے درست نہیں۔

(۳) فقہ اکبر احناف کے پاس وہ بنیادی ماخذ ہے جس کی بنا پر بعد میں آنے والے آئمہ کلامیہ نے اپنی اپنی بساط کے مطابق عقیدہ حق اہل سنت بیان فرمایا جن میں امام ابو منصور ماتریدی، صاحب عقیدہ الطحاویہ علامہ ابو جعفر طحاوی اور شارح عقیدۃ الطحاویہ علامہ صدر الدین ابو العز وغیرہم شامل ہیں۔

(۴) مسئلہ ایمان ابوین شریفین کے متعلق امام اعظم کا موقف بالکل واضح اور مبنی برحق ہے اور آپ کا موقف وہ ہے جو کہ خود حضور ﷺ اور تمام امت کا موقف ہے۔اور اس کا اظہار

(1) اس حدیث سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ جب اپنی والدہ محترمہ کے بطن میں تھے اس وقت بھی اس امت کے نبی تھے چالیس سال بعد نبوت ملنے والا فلسفہ درست نہیں۔(محشی غفرلہ)

فقہ اکبر کے دو قدیم قلمی نسخوں میں جو کہ مدنیہ منورہ کے مکتبہ شیخ الاسلام میں ہیں (ماتا علی الفطرۃ) ہے جسے علی الکفر سے بدل دیا گیا (العیاذ باللہ) اور مصر کے دو قدیم قلمی نسخوں میں (ماماتا علی الکفر) ہے جس میں کاتب نے پہلے والے ما نافیہ کو از خود زائد جانتے ہوئے حذف کر دیا اور یہ خطا والا نسخہ مشہور ہوا۔

(۵) ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا موقف ابوین شریفین کے متعلق شرح شفاء اور مرقاۃ المفاتیح کے حوالہ جات کی رو سے یہی ہے کہ آپ ابوین کریمین کے ایمان کے قائل تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتب آپ نے اپنی زندگی کے اخیر اور شرح فقہ اکبر کے بعد تالیف فرمائیں۔

(٦) اور رہا فقہ اکبر کے اندر ان کا موقف تو اس کی دو وجوہات سامنے آئیں۔

(i) یا تو آپ سے غایت درجے کا تسامح ہوا (جس پر اللہ ان سے درگزر فرمائے) اور بعد میں آپ نے مرقاۃ المفاتیح اور شرح شفاء میں اپنے اس موقف سے رجوع فرما لیا۔

(ii) اور یا کوئی بد باطن آپ کی اس تالیف (شرح فقہ اکبر) میں تحریف کا مرتکب ہوا۔

(واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم)

الفقہ الاکبر کی شروحات:

(1) **منح الروض الازہر**: ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری کی تالیف ہے جو کہ ایک جلد میں ہے اور فقہ اکبر کے تمام مشمولات کی علی التفصیل شرح ہے اور باقی تمام شروحات سے زیادہ مقبول ہے، مارکیٹ میں بآسانی دستیاب ہے۔

(2) **ابو المنتہی**: یہ شرح امام ابو المنتہی المولیٰ احمد بن محمد المغنیساوی الحنفی المتوفی ۱۰۰۰ھ کی تالیف ہے نسبتاً آسان اور عام فہم شرح ہے۔ پشاور اور کوئٹہ وغیرہ سے بآسانی مل سکتی ہے۔

(3) **نور ظلم**: السید احمد المرزوقی کی شرح ہے۔ نہایت مختصر اور عام فہم ہے۔ یہ بھی پشاور اور کوئٹہ وغیرہ سے بآسانی دستیاب ہو سکتی ہے۔

(4) **الحکمۃ النبویۃ مع مختصرہا**: یہ حکیم اسحاق کی تالیف ہے اسے ابو البقاء الاحمدی نے نظم کی صورت میں ترتیب دیا، ۲۳ رمضان المبارک سنہ ۱۰۱٦ھ میں اس کی تکمیل ہوئی اور اس کا نام عقد الجوہر نظم نثر الفقہ الاکبر رکھا گیا۔ (کما فی کشف الظنون عن اسامی الکتب

والفنون، ج ۲، ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ دار الفکر بیروت)

(5) القول الفصل: امام محی الدین محمد بن بہاؤ الدین المتوفی سنۃ ۹۵۶ھ کی تالیف ہے اس میں مولف نے تصوف اور علم کلام کو جمع کیا ہے۔ (کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ج ۲، ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ دار الفکر بیروت)

(6) اس کے علاوہ المولیٰ الیاس بن ابراہیم السینوبی سنۃ ۸۹۱ھ نے بھی اس کی شرح فرمائی۔ لیکن صاحب کشف الظنون نے اس کا نام نقل نہیں کیا۔ (کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ج ۲، ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ دار الفکر بیروت)

ہم نے ''الفقہ الاکبر'' کے زیر نظر حاشیہ میں نہایت اختصار کو ملحوظ رکھا ہے اور جہاں کہیں تفصیل کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں تفصیل سے کام بھی لیا۔ اور حاشیہ کے اندر ہم نے زیادہ اعتماد ''منح الروض الازہر'' اور ''ابوالمنتہی'' پر کیا۔ اس کے علاوہ علم کلام کی دیگر تالیفات مثلاً شرح عقائد نسفی، تمہید امام ابوشکور سالمی اور کتاب التمہید لقواعد التوحید مصنفہ امام ابو معین نسفی سے بھی کہیں کہیں استفادہ کیا۔

ضروری گزارش:

(عام) قارئین سے گزارش ہے کہ، گو کہ ہم نے اس حاشیہ میں کوشش کی ہے کہ انداز نہایت سہل ہو اور عام قارئین بھی اس سے استفادہ کر سکیں اور چونکہ یہ علم، فرائض میں سے ہے اس لئے ہماری یہ کوشش ہے کہ یہ علم حلقہ علماء سے نکل کر عوام کی دسترس میں آئے۔ لیکن بایں ہمہ، ضروریات فن کی وجہ سے کچھ مشکل اصطلاحات کا بیان بھی ایک لازمی امر ہے۔ اس کتاب کو پڑھتے وقت کسی ماہر فن استاذ (عالم دین) سے استفادہ ضرور کریں تا کہ اس فن کا کما حقہ فہم حاصل ہو سکے۔ کیونکہ یہ کتاب عقیدہ کے متعلق ہے اور اس کتاب کے فہم میں نقصان، عقیدہ کے نقصان کا باعث ہو سکتا ہے۔

ومنہ الہدایۃ ومنہ التوفیق

وجہ تالیف:

یہ ان دنوں کی بات ہے جب بندہ سیدی وسندی ومرشدی ووسیلتی الی اللہ ،قطب دوران، شیخ العلماء حضرت میاں محمد سیفی حنفی اطال اللہ حیاتہ وادام فیوضاتہ کے فرزند حضرت صاحبزادہ محمد آصف محمدی سیفی کے ہمراہ قدوۃ الاولیاء ،زبدۃ الاتقیاء ،امام خراسان ،مجدد دوران، محبوب سبحان ، قیوم زمان ،قطب التکوین والارشاد ،حضرت اخندزادہ فقیر سیف الرحمٰن مبارک قدس سرہ ونور اللہ مرقدہ کے آستان پاک پر درس نظامی شریف کے اسباق کی تحصیل کی غرض سے حاضر ہوا۔

حضرت اخندزادہ مبارک رحمہ اللہ کے امر شریف کے مطابق آپ کے صاحبزادہ، جامع المعقول والمنقول، حضرت العلام، استاذی واستاذ العلماء، مولانا احمد سعید یار جان السیفی الملقب بہ یار جان صاحب ہمارے استاذ مقرر ہوئے اور حضرت اخندزادہ مبارک ہی کے امر شریف کے مطابق ،سب سے اول جو کتاب ہمیں پڑھائی گئی وہ ''الفقہ الاکبر'' اور اسکے بعد اسکی شرح ''ابوالمنتہی'' نامی تھی۔

خانقاہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف (لاہور) کے پرنور و پرفیض ماحول میں جب ہمارے استاذ گرامی ہمیں عقیدہ توحید ورسالت کے متعلق پڑھاتے اور اللہ رب العزت کی پاکی اسکے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے زبان فیض کے حوالہ سے بیان فرماتے تو عجیب روح پرور نظارہ ہوتا، دل چاہتا کہ یہ سلسلہ کلام یونہی چلتا رہے۔

مذکورہ کتاب اور اس کی شرح پڑھنے کے بعد بندہ نے اپنے چند احباب کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اس تصنیف کے متعلق بتایا تو انہوں نے فرمائش کی کہ ہمیں بھی یہ کتاب پڑھائی جائے، اسطرح فقہ اکبر کی تدریس کا ایک سلسلہ چل نکلا اور اس ناچیز سے کثیر تعداد میں برادران طریقت کے علاوہ دوسرے احباب نے بھی یہ کتاب سبقاً پڑھی۔ پھر بعض احباب نے اسکے اردو ترجمہ اور مختصر شرح کے متعلق کہا لیکن اپنے کم ہمتی اور کم مائیگی کی وجہ سے عرصہ دراز تک یہ کام نہ ہوسکا مگر دوستوں کے از حد اصرار کی وجہ سے متوکل علی اللہ ہوکر اپنے پیر ومرشد اور استاذ گرامی کی اجازت

سے یہ اہم کام کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے طفیل تمام اسباب بہم پہنچا دیئے۔ اور قلیل عرصہ میں بحمد اللہ اس کام کی تکمیل ہوئی۔

قارئین! اس وقت آپکے ہاتھوں میں اس کتاب کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے۔ پہلے ایڈیشن کی علمائے کرام کی طرف سے بھرپور پزیرائی اور بعض مخلصین کے مفید مشوروں کی بدولت اس میں قدرے اضافہ جات کی ضرورت محسوس ہوئی، اور یہ کام میں نے اپنی بساط کے مطابق پورا کر دیا۔

بایں ہمہ مجھے اپنی کم علمی اور نارسائی کا مکمل اعتراف ہے۔ لہذا اہل علم سے گزارش ہے کہ اگر اسمیں کوئی خوبی دیکھیں تو وہ اللہ رب العزت کا فضل اور میرے مشائخ واساتذہ کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اور اگر کوئی خرابی پائیں تو وہ میرے نفس کی طرف سے ہوگی اور میں یہ امید کروں گا کہ اہل علم مجھے میری غلطیوں پر آگاہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

وماتوفیقی الا باللہ وھو ولی التوفیق

خاک رہ صاحب دلاں محمد یاسین محمدی سیفی

خادم التدریس: جامعہ محمدیہ حنفیہ سیفیہ راوی ریان شریف لاہور

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت زیادہ مہربان اور بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے

اصل التوحید وما یصح الاعتقادعلیه یجب ان یقول آمنت باللہ وملٰئکته وکتبه ورسله والیوم الآخروالقدر خیر ہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعدالموت والحساب والمیزان والجنة والنارحق کله ،واللہ تعالیٰ واحدٌلامن طریق العددِولکن من طریق انه لا شریك له لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواًاحد۔

توحید[1] کی اصل (یعنی) جس پر عقیدہ[2] (توحید) درست ہوتا ہے (وہ یہ ہے کہ) یہ کہنا[3] واجب ہے کہ میں اللہ[4] پر ایمان لایا اور اسکے فرشتوں[5] پر اسکی کتابوں[6] پر، اسکے رسولوں[7] پر، آخرت کے دن پر، اچھی و بری تقدیر پر جو کہ اللہ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندگی پر، اور میزان، جنت اور دوزخ سب حق ہیں اور اللہ تعالیٰ ایک ہے (مگر) گنتی[8] کے طریقے سے نہیں

1-بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی رسوله المصطفیٰ امابعد۔

قوله اصل التوحید ۔ای هذا الکتاب اساس معرفة التوحید الحق علی وجه الصواب حکی عن ابی حنیفة رحمه اللہ ان قوما من اهل الکلام ارادو ا البحث فی تقریر التوحید الربوبیة فقال لهم۔اخبرونی قبل ان نتکلم فی هذه المسئلةعن سفینة فی فجة تذهب فتملیء من الطعام والمتاع وغیرہ بنفسها وتعود بنفسها فتترسی بنفسهاوتتفرغ بنفسهاوترجع کل ذلك من غیر ان یدبرها احد،فقالوا هذا محال لا یمکن ابداً،فقال لهم اذاکان هذا محالاًفی سفینة فکیف فی هذاالعالم کله؟

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی یہ کتاب (فقہ اکبر) درست طریقے پر حق تعالیٰ کی توحید کی معرفت کی بنیاد ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ ایک دفعہ

مناطقہ کے ایک گروہ نے آپ سے باری تعالیٰ کی توحید کے متعلق بحث کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ اس مسئلے کے متعلق بحث کرنے سے قبل مجھے اس کشتی کے متعلق بتاؤ جو دجلہ میں چلتی ہے اور وہ کھانے اور سامان سے خود بخود بھر جاتی ہے پھر دوسرے کنارے پر پہنچ کر خود بخود سامان اس سے اتر جاتا ہے اور وہ واپس آجاتی ہے۔ اور کوئی شخص بھی ان تمام معاملات کی تدبیر کرنے والا نہیں تو کیا یہ ممکن ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ محال ہے اور ایسا کبھی بھی ممکن نہیں ہوسکتا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب یہ اس کشتی میں محال ہے (کہ کوئی شخص اسکی تدبیر نہیں کرتا اور وہ خود بخود سامان سے بھر کر ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر جاتی ہے اور اس کا سامان دوسرے کنارے پر خود بخود اترتا ہے اور وہ خود بخود لوٹ آتی ہے) تو یہ چیز اس تمام جہان میں کسطرح ممکن ہے؟ (شرح ملا علی قاری)

وقال الامام ابو المنتهی فی شرحه" ای هذا الکتاب فی بیان معرفة التوحید وهو فی اللغة الحکم بان الشئی واحدٌ والعلم بانه واحدٌ وفی الا صطلاح التوحید هو تجرید الذات الالٰهیة عن کل ما یتصور فی الافهام ویتخیل فی الاوهام والاذهان ومعنی کون اللّٰه واحدا نفی الانقسام فی ذاته تعالیٰ ونفی التشبیه والتشریك فی ذاته وصفاته"۔

توحید کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

امام ابوالمنتہی فرماتے ہیں کہ "یہ کتاب توحید کی معرفت (پہچان) کے بیان میں ہے اور توحید کا لغوی معنی (یہ ہے) کہ کسی شے پر ایک ہونے کا حکم اور (اس چیز کا) علم کہ وہ شے ایک ہے اور اصطلاح (عقائد) میں ذات باری تعالیٰ کو ہر اس شے سے مجرد (علیحدہ) کر دینا کہ فہم جس کا تصور کر سکتے ہیں اور وہم و ذہن میں جس کو خیال کیا جاسکتا ہے۔ اور اللہ رب العزت کے ایک ہونے کا معنی (یہ ہے کہ) اس کی ذات سے تقسیم کی نفی اور اسکی ذات وصفات سے تشبیہ (مشابہ ہونا) اور تشریک (کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا) کی نفی کرنا ہے۔ **کذافی شرح الفقه الاکبر لابی المنتهی۔**

2- **الاعتقاد یعم العلم وهو حکم جازم لا یقبل التشکیك والا عتقادالمشهور**

وھو حکم جازم یقبل التشکیک۔

اعتقاد (عقیدہ) کی تعریف: ''اعتقاد علم سے عام ہے اور وہ ایسا پختہ حکم ہے جو شک کو قبول نہ کرے اور اعتقاد مشہور (عوام کا اعتقاد) ایسا پختہ حکم جو شک کو قبول کرے''۔ (ابو المنتہی)۔

اس عبارت کا مستفاد یہ ہے کہ اصولاً تو اعتقاد ایسا پختہ حکم ہے جو کسی شے کے بارے میں شک کو قبول نہیں کرتا اور یہ صرف علمائے راسخین کا خاصہ ہے جو اللہ رب العزت کی واحدانیت اور اس کی صفات کے قدیم اور غیر مخلوق ہونے کو دلائل سے جانتے ہیں۔ اس لئے ان کے اعتقاد میں شک کو مطلق دخل نہیں ہوتا، مگر عوام ان دلائل سے ناواقفیت کی بناء پر بعض اوقات شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں مگر عوام کا یہ اعتقاد بھی (بطور عذر) قابل قبول ہے۔ (کما فی حاشیۃ ابی المنتہی ملخصاً)

3- جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے: یہاں مومن بہ (جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے) کا بیان ہے اور وہ متن میں موجود سات چیزیں ہیں جو کہ امام بخاری کی روایت کردہ حدیث جبریل سے ماخوذ ہیں۔

4- لفظ اللہ کا معنیٰ: لفظ ''اللہ'' ایسی ذات کا علم ہے جو واجب الوجود (جس کا ہونا ضروری ہو) ہے اور تمام صفات کمالیہ کی جامع ہے۔ (شرح التہذیب)

5- **الملٰئکۃ عند اکثر المتکلمین اجسام لطیفۃ قادرۃ علی التشکل بالا شکال المختلفۃ منقسمۃ الی قسمین قسم شانھم الا ستغراق فی معرفۃ الحق والتنزہ وھم العلیون والملٰئکۃ المقربون وقسم یدبر الامر من السماء الی الارض علی ماسبق بہ القضاء وجری القلم الا لٰھی فمنھم السماویۃ ومنھم الارضیۃ۔**

ملائکہ (فرشتوں) کی تعریف اور اقسام:

ملٰئکۃ اکثر متکلمین کے نزدیک لطیف اجسام ہیں جو کہ مختلف صورتوں میں متشکل ہو سکتے ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ''ملائکہ مقربین یا ملائکہ علیین'' یہ ہمہ وقت باری تعالیٰ کی معرفت میں

مستغرق ہوتے ہیں۔(۲) اور دوسرے ملائکہ ''مدبرات الامر'' جو معاملات کی آسمان سے زمین کی طرف تدبیر فرماتے ہیں جس پر اللہ کی قضا وارد ہو چکی ہو یا قلم الٰہی چل چکی ہو۔(ابوالمنتہی)

وقال علی القاری فی شرحه انهم معصومون ولا یعصون الله ومنزهون عن صفة الذکورة ونعت الانوثیة۔

ملا علی قاری اپنی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ ملائکہ معصوم اور اللہ کی نافرمانی نہ کرنے والے ہیں۔اور یہ مذکر و مونث ہونے سے پاک ہیں۔(ملی علی القاری شرح فقہ اکبر)

6- والایمان بالکتب هو التصدیق الجازم بوجودها بانها کلام الله تعالیٰ ۔

آسمانی کتابوں پر ایمان کی کیفیت: آسمانی کتابوں پر ایمان ان کے اللہ کا کلام ہونے کی پختہ تصدیق کا نام ہے۔(ابوالمنتہی)

7- والرسول من له الشریعة والکتاب فیکون اخص من النبی .....الی قوله، والایمان لازم بکل نبی سواء نزل الیه الکتاب اولا۔

نبی اور رسول میں فرق اور ان کی تعریفات: رسول، نبی سے اخص (خاص) ہے اور یہ وہ ہستی ہے کہ جس کی اپنی (متجدد) کتاب اور شریعت ہو۔اور تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے خواہ ان پر علیحدہ کتاب نازل ہوئی ہو یا نہ(ابوالمنتہیٰ)

ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی رسول نہیں (ان کے درمیان عموم خصوصی مطلق کی نسبت ہے) یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ مومن بہ میں رسل (رسول کی جمع) کا ذکر ہے انبیاء کا ذکر نہیں۔لہٰذا انبیاء کرام پر ایمان لانا ضروری نہ ہوا۔تو مذکورہ عبارت کے اندر شارح نے اسی اعتراض کا جواب دیا ہے کہ رسول نبی سے اخص ہے جب خاص کا ذکر ہوا تو عام خود بخود اس میں شامل ہو گیا۔فلہٰذا تمام انبیاء و رسل پر ایمان لانا لازم ہوا۔(محشی عفی عنہ)۔

8-اللہ رب العزت کو ایک ماننے کا معنی:

بلکہ اسطرح کہ اس کا کوئی شریک نہیں، نہ اس[9] نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔

لایشبہ شیئاً من الاشیاء من خلقہ ولا یشبھہ شیء من خلقہ لم یزل ولا یزال باسمائہ وصفاتہ الذاتیۃ والفعلیۃ اما الذاتیۃ فالحیوٰۃ والقدرۃ والعلم والکلام والسمع والبصر والارادۃ و اما الفعلیۃ فالتخلیق والترزیق والانشاء والابداع والصنع وغیر ذلک من صفات الفعل

نہ تو اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی شے کے مشابہ ہے اور نہ اسکی مخلوق میں سے کوئی شے اس کے مشابہ ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اپنی صفات ذاتیہ وفعلیہ کے ساتھ، بہر حال صفات ذاتیہ 10 حیاۃ، علم، قدرۃ، کلام، سمع، بصر اور ارادہ (ہیں) اور صفات فعلیہ میں تخلیق، ترزیق، پرورش

اگر ہم اللہ رب العزۃ کو گنتی کے طریقے پر ایک مانیں تو یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے۔

(۱) ایک، جنس اعداد سے ہے اور اللہ تعالیٰ کسی بھی جنس سے پاک ہے جیسا کہ ''کتاب التمہید لقواعد التوحید'' (مصنفہ امام ابو المعین نسفی) کے اندر ہے۔ ''**لیس اللہ تعالیٰ بذی جنس**'' یعنی اللہ کسی بھی جنس سے پاک ہے۔

(۲) ایک کا عدد یا تو دو نصف سے مل کر بنتا ہے یا اس کے دو نصف ہونا ممکن ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی پاک ہے۔

لہٰذا ہم اللہ رب العزت کو گنتی کے طریقے سے ایک نہیں مانتے بلکہ اس طرح ایک مانتے ہیں کہ اس کا کوئی شریک نہیں وہ واحد لاشریک ہے۔ (کما قال استاذی فی ہذا المقام۔ محشی غفرلہ)

9- اللہ رب العزت کی صفات سلبیہ کی تعریف:

یہاں اللہ رب العزت کی صفات سلبیہ کا ذکر ہے یعنی اللہ کی وہ صفات جن میں حرف نفی آجائے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کھاتا نہیں، پیتا نہیں، سوتا نہیں، کسی پر ظلم نہیں فرماتا، اس کا کوئی باپ نہیں، بیٹا نہیں، کوئی کفو نہیں وغیرہ۔

10- صفات ذاتیہ حقیقیہ کی تعریف اور تعداد:

کرنا اور (بغیر نمونے کے) پیدا کرنا (شامل ہیں) اور اس کے علاوہ اور بھی صفات فعلیہ ہیں 11

لم یزل ولا یزال باسمائه وصفاته لم یَحدث له صفةٌ ولا اسمٌ لم یزل عالماً بعلمه والعلم صفته فی الازل وقادراً بقدرته والقدرة صفته فی الازل ومتکلمٌ بکلامه والکلام صفته فی الازل وخالقاً بتخلیقه والتخلیق صفته فی الازل وفاعلاً بفعله والفعل صفته فی الازل والفاعل هو الله تعالیٰ والمفعول مخلوقٌ وفعل الله تعالیٰ غیر مخلوقٍ وصفاته فی الازل غیر مُحدثَة ولا مخلوقةٍ ومن قال اِنها مخلوقةٌ اومُحدَثةٌ او وقف او شکَّ فیها فهو کافر بالله تعالیٰ

وہ اپنے اسماؤ صفات کے ساتھ ازلی اور دائمی ہے، اسکا کوئی اسم اور صفت حادث (نو پیدا) نہیں، وہ ہمیشہ سے اپنے علم (ذاتی) کا عالم ہے اور علم ازل سے اس کی صفت ہے وہ (ازل سے اپنی صفت) قدرت (سے متصف ہوکر) قادر ہے اور قدرت اس کی ازلی صفت ہے، وہ اپنی صفت کلام کا (خود) متکلم ہے اور کلام اس کی ازلی صفت ہے، وہ اپنی تخلیق کا خود خالق ہے اور

صفات ذاتیہ حقیقیہ سات ہیں اور یہ اللہ کی وہ صفات ہیں جن کی ضد کی نسبت اللہ کی طرف کرنا جائز نہیں جیسا کہ صفت حیات کی ضد موت ہے اور موت کی نسبت اللہ کی طرف کرنا جائز نہیں ایسے ہی صفت قدرۃ، کلام، سمع، بصر، ارادہ وغیرہ کی اضداد کی نسبت اللہ کی طرف کرنا جائز نہیں۔ المختصر القدوری کتاب الایمان کے اندر ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی صفات ذاتیہ سے قسم اٹھائے مثلاً وہ کہے کہ "وبقدرۃ اللہ" (اللہ کی قدرت کی قسم) تو ایسا کہنے سے قسم واقع ہو جائے گی اور اس کے برعکس صفات فعلیہ سے قسم اٹھائے تو قسم واقع نہ ہوگی۔

11-صفات فعلیہ کی تعریف:

"صفات فعلیہ" اللہ کی وہ صفات ہیں، جن کی ضد کی نسبت اللہ کی طرف کرنا جائز ہے جیسا کہ تخلیق وترزیق یعنی اللہ چاہے تو کسی کو پیدا فرمائے چاہے تو نہ فرمائے۔ اور چاہے تو کسی کو رزق دے اور چاہے تو نہ دے۔

تخلیق ازل سے اس کی صفت ہے، وہ اپنے فعل کا خود فاعل ہے اور فعل ازل سے اس کی صفت ہے، اور فاعل (حقیقی) اللہ تعالیٰ ہے اور مخلوق مفعول ہے، اللہ کا فعل مخلوق نہیں بلکہ اسکی تمام صفات ازل سے نہ حادث ہیں اور نہ مخلوق، اور جس نے کہا کہ اللہ کی صفات حادث یا مخلوق ہیں یا (وہ ان پر قدوم کا حکم) لگانے سے رکا یا اس نے (صفات کے قدیم ہونے میں) شک کیا۔ پس وہ کافر ہے۔☆

والقرآن کلام اللہ تعالیٰ فی المصاحف مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلی الاسن مقروٌ وعلی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام منزّلٌ ولفظنا بالقرآن مخلوقٌ وکتابتنا لہ مخلوقٌ وقرائتنا لہ مخلوقٌ والقرآن غیرُ مخلوقٍ وما ذکرہ اللہ تعالیٰ فی القرآن حکایۃً عن موسی وغیرہ من الانبیاء علیہم السلام وعن فرعون و ابلیس فان ذلك کلہ کلام اللہ تعالیٰ اخباراً عنہم و کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوقٍ و کلام موسیٰ وغیرہ من المخلوقین مخلوقٌ والقرآن کلام اللہ تعالیٰ فھو قدیمٌ لا کلامھم وسمع موسیٰ کلام اللہ تعالیٰ کما فی قولہ تعالیٰ وکلّم اللہ موسیٰ تکلیماً وقد کان اللہ تعالیٰ متکلماً ولم یکن کلّم موسیٰ علیہ السلام وقد کان اللہ تعالیٰ خالقاً فی الازل ولم یخلق الخلق فلمّا کلّم موسیٰ کلّمہ بکلامہ الّذی ھو لہ صفۃ فی الازل

قرآن (جو کہ) اللہ کا کلام ہے، (یہ) مصاحف میں لکھا گیا ہے اور دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں پر اسکی تلاوت کی جاتی ہے اور (اسے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اور ہمارا قرآن کا تلفظ کرنا مخلوق ہے ہمارا قرآن کو لکھنا مخلوق ہے اور قرآن کی تلاوت کرنا مخلوق ہے مگر قرآن مخلوق نہیں۔ جو کچھ اللہ نے قرآن میں موسیٰ علیہ السلام یا دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق حکایۃً ذکر فرمایا یا فرعون و ابلیس کے متعلق حکایۃً ذکر فرمایا یہ سب اللہ کا کلام ہے (جو کہ) ان کی

☆ صفات باری تعالیٰ کا حکم:۔ یعنی جو شخص اللہ رب العزت کی صفات کو حادث یا مخلوق جانے یا ان کے قدیم ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے۔

طرف سے خبر 12 ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر مخلوقین کا کلام مخلوق ہے جبکہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور قدیم ہے ان (مخلوق جنکا ذکر کیا گیا) کا کلام نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے کلام کو سنا جیسا کہ اللہ کے ارشاد میں ہے ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام فرمایا'' اور یقیناً اللہ اس وقت بھی متکلم تھا کہ جب اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں فرمایا تھا۔ اور تحقیق اللہ اس وقت بھی خالق تھا جب کہ اس نے کسی کو پیدا نہ فرمایا تھا (ایسے ہی) اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو اس کلام سے فرمایا جو ازل سے اس کی صفت ہے۔

وصفاته كلّها بخلاف صفات المخلوقين يعلم لا كعلمنا ويقدر لا كقدرتنا ويرىٰ لا كرؤيتنا ويتكلم لا ككلامنا ويسمع لا كسمعنا ونحن نتكلم بالآلات والحروف والله تعالىٰ يتكلم بلا آلة ولا حروف والحروف مخلوقة وكلام الله تعالىٰ غير مخلوق

اللہ کی تمام صفات مخلوق کی صفات جیسی نہیں، وہ علم رکھتا ہے لیکن ہمارے علم رکھنے کی طرح 13 نہیں، وہ تصرف 14 فرماتا ہے لیکن ہمارے تصرف کرنے کی طرح نہیں، وہ دیکھتا ہے لیکن

12-اللہ رب اللہ العزت کی صفت کلام کی بحث:

کلام چونکہ اللہ کی صفت ہے اور اس کی تمام صفات قدیم ہیں اور اس کی کوئی بھی صفت حادث نہیں ہے اور قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق کا کلام نہیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر مختلف لوگوں کے اقوال نقل کیے ہیں یہ ان سے سن کر نقل نہیں کیے گئے اگر ایسا ہوتا ہے تو پھر یہ ان لوگوں کے کلام کا مجموعہ ہوتا ہے جو کہ مخلوق ہیں، بلکہ ازل سے یہ چیزیں اللہ کے علم میں ہیں۔ اللہ نے اپنے علم ازلی سے اپنے کلام ازلی کو اولاً لوح محفوظ پر نازل فرمایا اور اس کے بعد تدریجاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ اطہر پر نازل فرمایا۔

نیز کلام اللہ کی دو قسمیں ہیں کلام لفظی اور کلام نفسی کلام لفظی سے مراد حروف والفاظ ہیں یہ مخلوق ہیں اور کلام نفسی (الفاظ وحروف سے حاصل شدہ مفہوم) مخلوق نہیں بلکہ قدیم ہے۔

17-16-15-14-13-اللہ اور اسکی مخلوق کی صفات میں فرق:

ہمارے دیکھنے 15 کی طرح نہیں، اور سنتا 16 ہے لیکن ہمارے سننے کی طرح نہیں (ایسے ہی) وہ کلام 17 فرماتا ہے لیکن ہمارے کلام کرنے کی طرح نہیں، ہم آلات وحروف کی مدد سے کلام کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ آلات اور حروف کی مدد سے کلام نہیں فرماتا کیونکہ حروف مخلوق ہیں اور اللہ کا کلام مخلوق نہیں۔

وھو شیءٌ لا کاشیاء ومعنی الشیء الثابتُ بلا جسمٍ ولا جوھرٍ ولا عرضٍ ولاحد لہ ولا ضد لہ ولا ند لہ ولا مثل لہ

وہ شے ہے مگر دوسری اشیاء کی طرح نہیں اور شے کا معنیٰ (یہ ہے کہ) وہ ذات تعالیٰ وتقدس ثابت بلا جسم، بلا جوہر 18 وعرض 19 ہے، اسکی نہ کوئی حد ہے نہ ضد، نہ شریک اور نہ کوئی مثل۔

ہمارا علم ناقص اور حاصل شدہ ہے جبکہ اللہ کا علم کامل اور اس کا ذاتی ہے اس نے کسی سے حاصل نہیں کیا۔ ہم اپنے اعضاء سے تصرف کرتے ہیں اور اللہ چونکہ اعضا اور جسم سے ہی پاک ہے اس لئے وہ تصرف کرنے کے لیے اعضاؤ جوارح کا محتاج نہیں۔ ہم دیکھنے کے لئے آنکھ اور اسکے پیچھے نور کے محتاج ہیں جبکہ اللہ رب العزت کو دیکھنے کے لئے ان چیزوں کی احتیاج نہیں۔ ایسے ہی ہم سننے کے لیے کان کے محتاج ہیں اور وہ ان کے بغیر سنتا ہے، ہم آواز، حروف، زبان اور منہ کے ذریعے کلام کرتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو کلام فرمانے کے لیے ان آلات کی ضرورت نہیں اگر وہ مذکورہ صورتوں میں ہماری طرح دیکھنے سننے اور کلام فرمانے میں آلات کی ضرورت محسوس کرے تو وہ ان آلات کا محتاج ہوگا اور جو کسی شے کی طرف محتاج ہو اس کا رب ہونا بدلہۃً باطل ہے۔ یعنی جو کسی شے کا محتاج ہو وہ رب نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اللہ رب العزت ان سب احتیاجوں سے پاک ہے۔ (محشی غفرلہ)

18- جوہر کی تعریف:

''مایقوم بالذات'' جو قائم بالذات ہو یعنی جسے اپنے قیام کے لیے کسی سہارے کی ضرورت نہ ہو مگر جوہر قائم بالذات ہونے کے باوجود محل (جگہ) میں ہوتا ہے اور اللہ رب العزت زمان ومکان کی حدود وقیود سے پاک ہے۔

وله يد ووجهٌ ونفسٌ كما ذكره الله تعالىٰ في القرآن فهو له صفاتٌ بلا كيف ولايقال إنّ يده قدرته اونعمته لان فيه ابطال الصفة وهو قول اهل القدر والاعتزال ولكن يدُه صفته بلاكيف وغضبه ورضاؤه صفتان بلا كيفٍ ۔

اللہ کیلئے یَد 20 ہے وَجہ ہے اور نفس ہے جیسا کہ اس نے قرآن میں ذکر فرمایا، پس یہ اس کی بلا کیف صفات ہیں، اس کے یَد کو اسکی قدرت 21 یا نعمت نہیں کہیں گے کیونکہ اسمیں اسکی صفت

19-عرض کی تعریف اور اللہ رب العزت کا جوہر یا عرض نہ ہونا:

عرض، جو اپنے قیام کے لیے کسی سہارے کا محتاج ہو جیسے دیوار کے اوپر روغن وغیرہ۔

اللہ رب العزت کا شے ہونے کا معنیٰ:

لہٰذا رب العزت کو شے اس لیے ماننا ہے کہ اس نے خود اپنے کلام مجید میں اپنے آپ کو اس سے موصوف فرمایا "لیس کمثلہ شیٔ" یعنی اس کے مثل کوئی شے نہیں تو گویا وہ خود بھی شے ہے مگر شے کی تین حالتیں جو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہیں کہ شے یا تو جسم ہوگی یا جوہر اور یا عرض ہوگی مگر اللہ رب العزت نہ تو جسم ہے نہ جوہر اور نہ عرض اس لیے اسے شے بھی ماننا ہے مگر نہ جسم ماننا ہے نہ جوہر اور نہ عرض۔

(21-20) كقوله تعالىٰ في القرآن يدالله فوق ايديهم و كقوله تعالىٰ و يبقىٰ وجه ربك ذوالجلال و الاكرام۔ وكقوله تعالىٰ حكايةً عن عيسىٰ عليه السلام تعلم مافي نفسي ولا اعلم مافي نفسك و في بعض النسخ فما ذكر الله تعالىٰ في القرآن من ذكر الوجه واليد والنفس فهي له صفات بلاكيف اى اصلها ثابت معلوم ووصفها مجهول لنا فلا يبطل الاصل المعلوم بسبب التشابه والعجز عن ادراك الوصف روى عن احمد بن جنبل ان الكيفية مجهولة والبحث عنها بدعة۔

اللہ رب العزت کی صفات متشابہات اور ان پر ایمان لانے کی کیفیت اور حکم:

جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ان (صحابہ) کے ہاتھوں پر اللہ کا یَد ہے اور ارشاد باری

تعالیٰ ہے ''اور باقی ہے تمہارے رب کا وجہ (بلا کیف) عظمت و بزرگی والا'' اور حضرت عیسیٰ سے حکایت فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے اللہ جو میرے ارادے میں ہے اسے تو جانتا ہے اور جو تیرے ارادے میں ہے اسے میں نہیں جانتا اور بعض نسخوں میں ہے کہ اللہ رب العزت نے جو قرآن کریم میں اپنے لئے ید، وجہ اور نفس کا ذکر فرمایا ہے یہ اس کی بلا کیف صفات ہیں (جنکی کیفیت) معلوم نہیں یعنی ان کی اصل (قرآن کریم) سے ثابت و معلوم ہے اور ان کا معنی ہمارے لیے مجہول ہے پس اس تشابہ اور وصف کو پہچاننے سے عجز کی وجہ سے اصل و معلوم (صفات متشابہات یدٌ وجہٌ نفس) باطل نہ ہوں گے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (صفات متشابہات کی) کیفیت (ہمارے لئے) مجہول ہے اور ان سے بحث بدعت ہے۔ (ابوالمنتہی)

صفات متشابہات پر ملا علی قاری رحمہ اللہ کی تقریر:

حضرت علی القاری علیہ رحمۃ الباری اپنی شرح میں امام صاحب کے اس قول کے تحت فرماتے ہیں۔ **ولذا قوله تعالیٰ (ولتصنع على عيني) وكذا بصيغة الجمع في قوله تعالیٰ (واصبر لحكم ربك فانك باعيننا) الى قوله، و كذا قوله تعالیٰ (الرحمن على العرش استوى) فهو اى جميع ماذكر اى للحق سبحانه (صفات) اى متشابهات (بلاكيف) اى مجهول الكيفيات، و فى نسخة، وله يدووجه و نفس كما ذكره الله تعالیٰ فى القرآن الى آخره، (ولايقال) اى فى مقام التاويل كما عليه بعض الخلف مخالفين للسلف (ان يده قدرته) اى بطريق الكناية (اونعمته) اى بناء على ان اليد تطلق على النعمة الى قوله۔ وكذالايقال ان وجهه ذاته، و عينه بصره، واستواء ه على العرش استيلاؤه (لان فيه) اى فى تاويله (ابطال الصفة) اى فى الجهلة لانه تعالیٰ حيث اطلق اليد، ولم يذكر القدرة والنعمة بدلها فالظاهر أرا د بها غير معنيهما (وهو) اى ابطال الصفته من اصلهاو با سرها (قول اهل القدر) اى عموماً (ولا عتزال) اى خصوصاً الى قوله،**

ایسے ہی اللہ رب العزت کا ارشاد ہے (ولتصنع علی عینی) اور صیغہ جمع کے ساتھ (فانك باعیننا) الی قوله اور فرمایا (الرحمن علی العرش استواء) یہ تمام حق سبحانہ وتعالیٰ کی صفات متشابہات بلا کیف ہیں یعنی ان کی کیفیت مجہول ہے اور فقہ اکبر کے ایک نسخہ میں ہے ''وله ید ووجه و نفس کما ذکره الله تعالیٰ فی القرآن ''الی آخره، مقام تاویل میں جیسا بعض خلف (بعد میں آنے والے) سلف (پہلے والوں) کے مخالف ہیں یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ کا ید اس کی قدرت ہے یعنی طریق کنایہ سے یا اس کا ید اس کی نعمت ہے یعنی ید کو نعمت پر محمول کیا جائے الی قولہ اور اس طرح یہ بھی نہیں کہا جائے گا کہ اللہ کا وجہ، اسکی ذات ہے، اللہ کی عین اس کی آنکھ ہے اور عرش پر اس کا استواء استیلاء (احاطہ جسمی) ہے کیونکہ ان تاویلات میں صفات کو باطل کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے (جہاں اپنے لیے ید کا ذکر فرمایا) وہاں اسے مطلق رکھا اور اس کے ساتھ بطور بدل قدرت یا نعمت کو ذکر نہیں فرمایا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان (صفات متشابہات) کے معانی کا ارادہ ہی نہیں فرمایا اور یہ صفت کو باطل کرنا دراصل اہل قدر کا عموماً اور معتزلہ کا خصوصاً مذہب ہے۔ الی قولہ (شرح فقہ اکبر لملا علی القاری۔ص68)

صفات متشابہات پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی تقریر:

مالا بدمنہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی، اللہ رب العزت کی صفات متشابہات یعنی ید اور وجہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ''ہمچنیں ید و وجہ کہ نصوص بداں ناطق اند ایمان بدان باید آورد بر معنی ظاہر آن حمل نباید کرد و در تاویل آن را حوالہ علم الٰہی باید کرد تا غیر حق را حق نداشتہ باشی در صفات و افعال الٰہی غیر از جہل و حیرت نصیب بشر بلکہ نصیب ملائکہ ہم نیست انکار نصوص کفر است و تاویل جہل مرکب''۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ید اور وجہ (صفات متشابہات) کہ نصوص ان پر ناطق ہیں ان پر ایمان لانا چاہئے اور ان کی تاویل کو علم الٰہی کے سپرد کرنا چاہیئے تا کہ کہیں تو غیر حق کو حق نہ سمجھ لے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات و افعال میں جہالت و حیرت کے سوآدمی کا کوئی حصہ تو کجا ملائکہ کا بھی حصہ نہیں۔ لہذا نصوص کا انکار کفر اور ان کی تاویل جہل مرکب ہے۔ (قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی۔ مالا بد

(یَد) کو باطل کرنا ہے اور یہ اہل قدر ☆ اور معتزلہ کا مذہب ہے، بلکہ اس کا ید اس کی بلا کیف صفت ہے، (ایسے ہی) اس کا غضب اور رضا بھی اس کی بلا کیف صفات ہیں۔

منہ۔ کتاب الایمان)

☆ قدریہ (اہل قدر) ایک گمراہ فرقہ ہے جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں جبکہ تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان کے متعلق حدیث شریف میں بھی وعید وارد ہے بلکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں اس امت کے مجوس فرمایا ہے۔ **قال رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل امۃ مجوس ومجوس ھذہ الامۃ الذین یقولون لا قدرۃ لہ تعالیٰ فمن مات منھم فلا تشھدو ا جنازتھم ومن مرضیٰ منھم فلا تعودو ھم وھم شیعۃ الدجال وحق علی اللہ تعالیٰ ان یلحقھم بالدجال۔ او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام۔**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر امت کے لئے مجوس ہوتے ہیں اور میری امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی قدرت نہیں جو کوئی ان میں سے مرجائے تو تم ان کے جنازہ پر مت جاؤ اور اگر کوئی ان میں سے بیمار ہو تو تم ان کی عیادت نہ کرو۔ یہ دجال کا گروہ ہے اور اللہ پر حق ہے کہ انہیں دجال کے ساتھ ملادے (ابوالمنتہی)

فرقہ قدریہ کا تعارف اور اس کا بانی:۔

معبد بن خالد جہنی ہے جو سوسن نامی ایرانی عیسائی کا مسائل قدر میں شاگرد اور اسلام میں انہیں روشناس کرانے والا پہلا شخص ہے۔ اسے اموی خلیفہ عبدالملک کے زمانے میں ۸۰ھ میں عراق میں قتل کرادیا گیا۔ (الفرق بین الفرق اردو، مطبوعہ کراچی یونیورسٹی سندھ)

فرقہ قدریہ کے چند عقائد:۔

(۱) اللہ تعالیٰ سے اس کی تمام ازلی صفات کی نفی اور یہ عقیدہ کہ اللہ عزوجل کا کوئی علم، قدرت، حیات، سمع اور بصر نہیں اور نہ کوئی ازلی صفت ہی ہے۔ اور مزید یہ کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی اسم تھا اور نہ کوئی صفت۔

(۲) اس بارے میں کہ اللہ رب العزت کا کلام حادث ہے، اس کا امر حادث ہے، اسکی نہی حادث

خلق الله الاشياء لامن شيءٍ و كان الله تعالىٰ عالماًفی الازل بالاشياء قبل كونها۔وهوا لذی قدّر الاشياء وقضاها ولا يكون فی الدنيا ولا فی الآخرة

ہے اور اسکی خبر حادث ہے قدریہ اور معتزلہ کا اتفاق ہے ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کا کلام حادث ہے اس زمانے میں (مصنف کے زمانے میں) اکثر قدریہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو مخلوق کا نام دیتے ہیں (اعاذنا اللہ سبحانہ عن تلک الخرافات)

۳) اللہ تعالیٰ لوگوں کے اکساب (کسب کی جمع) اور حیوانات کے اعمال میں سے کسی چیز کا خالق نہیں لوگ خود اپنے اکساب پر قادر ہیں اور اللہ عزوجل انسانوں کے اکساب اور تمام دوسرے حیوانات کے اعمال میں سے کسے طرح کی صناعی، خالقیت اور قدر و اندازہ کا مالک نہیں ہے اسی عقیدہ کی بنا پر مسلمانوں نے ان کا نام قدریہ رکھا ہے۔(الفرق بین الفرق اردو، مطبوعہ کراچی یونیورسٹی سندھ، ص ۶۵۔۱۶۴) معتزلہ بھی قدریہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ ہے۔ابوالمنتہی میں ہے کہ "کل متعزلی قدری و لیس کل قدری معتزلیا" یعنی ہر معتزلی قدری ہے لیکن ہر قدری معتزلی نہیں ہے۔

فرقہ معتزلہ کا تعارف اور ان کے عقائد:۔

(بانی) فرقہ معتزلہ کا بانی واصل بن عطاء ہے جو ۸۰ھ کو مدینہ میں پیدا ہوا۔بصرہ میں نشونما ہوئی۔امام حسن بصری اور دوسرے فضلاء سے اس نے تحصیل علم کیا اور اس شہر میں اپنا حلقہ درس قائم کیا۔ ۱۳۱ھ میں بصرہ میں پیوند خاک ہوا۔اس نے یہ خیال سب سے پہلے پیش کیا کہ گناہ گار نہ مومن ہے اور نہ کافر، بلکہ فاسق ہے اور ایمان و کفر کی دو منزلوں کے درمیان ایک منزل میں ہے۔واصل نہایت ذہین، ذکی اور دراک تھا۔معتزلہ کا شیخ الکل، ان کے مسلک کا بانی اور ان کے اصول کا مرتب ہے۔اکثر نامور معتزلی علماء اسی کے سلسلہ تلامذہ سے وابسطہ ہیں۔

(الفرق بین الفرق اردو، مطبوعہ کراچی یونیورسٹی سندھ، ص ۲۸۸)

شیٔ الا بمشیتہ وعلمہ وقضائہ وقدرہ وکتبہ فی اللوح المحفوظ ولکن کتبہ بالوصف لا بالحکم والقضاء والقدر والمشیۃ صفاتہ تعالیٰ فی الازل بلا کیف۔

اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو کسی شے کی مدد کے بغیر پیدا فرمایا اور اللہ ان اشیا کے (پیدا) ہونے سے پہلے ان کا عالم ہے۔ وہی ذات جس نے اشیاء کا اندازہ اور انکی قضا مقرر فرمائی، دنیا اور آخرت کی ہر شے اس کی مشیت علم قضا وقدر اور لوح محفوظ کے اندر لکھے ہوئے میں ہے۔ لیکن یہ لکھنا (تقدیر کا) وصف کے ساتھ ہے حکم 22 کیساتھ نہیں، قضا وقدر اور مشیت ازل سے اللہ کی بلا کیف صفات ہیں۔

معتزلہ کے چند عقائد:۔

(۱) امت مسلمہ میں سے فاسق شخص (اسلام وکفر کی) دو منزلوں کے درمیان ایک منزل میں ہے اور وہ (منزل) یہ ہے کہ ایسا شخص فاسق ہے۔ نہ مومن ہے اور نہ کافر۔ اس عقیدہ کی وجہ سے مسلمانوں نے ان کو معتزلہ کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ اس ضمن میں انہوں نے تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا اور اس سے کنارہ کش ہو گئے۔

۲) بندوں کے اعمال میں سے ان تمام باتوں کا جن کے کرنے یا جن کے رکنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، اللہ نے ان میں سے کسی چیز کو نہیں چاہا۔ (یعنی وہ تمام اوامر ونواہی جن کا اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہ دیا ہو اور بندوں نے انکا ارتکاب کیا ہو وہ سبھی مشیت الٰہی سے خارج ہیں) (اسمیں اہل سنت کا عقیدہ اس کے برعکس ہے کہ بندوں کے تمام اکساب خواہ نیک ہوں یا بد ہوں، اللہ کی مشیت کے تحت ہیں عام ازیں کی اللہ نیکیوں سے خوش ہوتا ہے اور برائیوں سے ناخوش اور اسکے علاوہ معتزلہ اللہ کی صفات کے بھی منکر ہیں بایں معنی کہ اسکی تمام صفات حادث ہیں اور عذاب قبر کے بھی منکر ہیں۔ محشی غفرلہ)

(الفرق بین الفرق اردو، مطبوعہ کراچی یونیورسٹی سندھ، ص ۱۶۵)

(22) لم یکتب لیکن زید مومناً و لیکن عمرو کافراً فلو کتب کذلک لکان زید مجبوراً علی الایمان و عمر ومجبوراً علی الکفر لان ما حکم اللہ تعالیٰ بوقوعہ فھو یقع البتۃ واللہ تعالیٰ یحکم لامعقب لحکمہ ولکن یکتب فیہ ان زیداً یکون مومناً

يعلم الله تعالىٰ المعدوم فی حال عدمه معدوماًويعلم انه كيف يكون اذا اوجده ويعلم اللهُ الموجود فی حال وجوده موجوداًويعلم اَنه كيف يكون فناوه ويعلمُ

باختياره وقدرته ويريدالايمان ولا يريدالكفر و كتب فيه ان عمروايكون كافرا باختياره وقدرته ويريد الكفرولا يريد الايمان فلمراد من قول الامام الاعظم و لكن كتبه بالوصف لا بالحكم هونفے الجبر فی افعال العباد و ابطال مذهب الجبرية۔

عقیدہ جبریہ کا رد: یعنی اللہ رب العزت نے تقدیر کو ایسے نہیں لکھا کہ زید (میرے حکم سے) مومن ہوگا اور عمرو (میرے حکم سے) کافر، اگر ایسا ہوتا تو زید ایمان پر مجبور اور عمرو کفر پر مجبور ہوتا کیونکہ اللہ جس چیز کا حکم دے وہ ہر حال میں واقع ہو جاتی ہے اور کوئی اس کے حکم کو ٹالنے والا نہیں۔ اللہ نے ایسے (لوح محفوظ میں) تقدیر کو لکھا کہ زید اپنے اختیار اور قدرت سے مومن ہوگا، ایمان کو پسند کرے گا اور کفر کو پسند نہیں کرے گا ایسے ہی عمرو اپنے ارادہ واختیار سے کافر ہوگا، کفر کو پسند اور ایمان کو ناپسند کرے گا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مراد بندوں کے افعال میں جبر کی نفی اور مذہب جبریہ کا رد ہے۔ (ابوالمنتہی)

قرآن کریم کی رو سے عقیدہ جبریہ کا رد: عقیدہ جبریہ والے کہتے ہیں کہ جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے بندہ کچھ نہیں کرسکتا یعنی بندہ کرنے یا نہ کرنے میں مجبور محض ہے اور یہ موقف، قرآن وسنت کے صریح خلاف ہے قرآن کریم کی نصوص میں پچاس سے زیادہ مقامات پر بندے کے فعل بمعنیٰ کسب کے متعلق صراحت موجود ہے اور نجات کا دارومدار بھی اعمال پر متعین ہے۔ بطور نمونہ صرف چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔ (۱) لها ماكسبت و عليها مااكتسبت (البقره) انسان کے لیے نیک اعمال کا ثواب اور بداعمال کا عذاب ہے۔

(۲) جزآءً بما كانوا يعملون (الواقعه) جزا ہے اس چیز کی جو وہ کیا کرتے تھے۔

(۳) الم نجعل له عينين o و لساناً و شفتين oوهديناه النجدين (البلد) کیا ہم نے اسکی دو آنکھیں نہ بنائیں o اور دو ہونٹ اور زبان o اور ہم نے اسے (خیر وشر کے) دو واضح راستے دکھا دیئے۔ (۴) بل الانسان على نفسه بصيرةo ولو القىٰ معاذيره o (القيامة)

الله القائم فی حال قیامه قائماً و اذا قعد فقد علمه قاعداً فی حال قعوده من غیر ان یتغیر علمه او یحدث له علمٌ ولکن التغیر و الاختلاف یحدث عندالمخلوقین

اللہ رب العزۃ معدوم چیز کو اس کے عدم کی حالت میں معدوم جانتا ہے اور (یہ بھی) جانتا ہے کہ جب وہ اس (معدوم) کو وجود میں لائے گا تو یہ کیسی ہوگی اور موجود شے کو اس کے وجود کی حالت میں موجود جانتا ہے اور قعود کی حالت میں بیٹھی ہوئی جانتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اس کا علم متغیر یا حادث ہو، بلکہ تغیر اور اختلاف مخلوق کے نزد ظاہر ہوتا ہے۔

خلق الله تعالیٰ الخلق سلیماً من الکفر و الایمان ثم خاطبهم و امرهم و نهٰهُم فکفر من کفر بفعله و انکاره و جحوده بخذلان الله تعالیٰ ایاه و آمنَ من آمنَ بفعله و اقراره و تصدیقه بتوفیق الله تعالیٰ ایاه و نصرته له

اللہ رب العزت نے مخلوق کو کفر و ایمان سے سلامت پیدا فرمایا پھر ان سے خطاب فرمایا انہیں (نیکی یعنی ایمان) کا حکم دیا اور (برائی یعنی کفر) سے منع فرمایا۔ پس جس نے کفر کیا اس نے اپنے فعل سے، انکار اور ماضی میں کیے گئے عہد سے روگردانی کرتے ہوئے اور اللہ کی اس پر گرفت کیوجہ سے کیا، اور جو ایمان لایا وہ اپنے فعل، اپنے اقرار اور (ماضی میں کئے گئے عہد کی) تصدیق کرتے ہوئے اور اللہ کی توفیق اور اس کی مدد کی وجہ سے لایا۔ (23)

بلکہ انسان خود اپنے اوپر شاہد ہے ○ خواہ وہ اپنے تمام عذر بھی پیش کر دے۔

(۵) **وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً** (بنو اسرائیل)

اور ہم عذاب دینے والے نہیں حتی کہ ہم کوئی رسول بھیج دیں۔

(۶) **ویزید الله الزین اهتد و هدًی** (مریم)

اور جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیتا ہے۔

ان آیات بینات میں واضح طور پر بندے کے کسب پر صراحت موجود ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ بندہ کچھ نہیں کر سکتا۔ ان نصوص کا انکار ہے۔ (محشی عفی عنہ)

23- **(ثم خاطبهم) ای فی وقت التکلیف بالعبادة علی لسان ارباب الرسالة و**

اَخرج ذرية آدم عليه السلام من صلبه فجعلهم عقلآءَ فخاطبهم وامرهم

اصحاب السعادة و امرهم ای بالایمان و الطاعت و نها هم ای عن الکفر والمعصية فکفر من کفر بفعله ای باختیاره و انکاره ای مع جهله و اصراره وجحوده ای مع عنادہ و استکباره بخدلان الله تعالیٰ ای بترك نصرته سبحانه ایاه وعدم تو فیقه لما یر ضاه وهو مقتضی عدله کما قال الله تعالیٰ (ان الله لایظلم الناس شیئاً و لکن الناس انفسهم یظلمون)و آمن من آمن بفعله ای بانقیاده و اذعانه و اقراره ای بلسانه و تصدیقه ای بجنانه علی وفق امر الله و مراده بتو فیق الله تعالیٰ ایاه و نصرته ای فیما قدره وقضاه بمقتضی فضله کماقال الله تعالیٰ (ان الله لذو فضل علی الناس و لکن اکثر الناس لایشکرون)

بندوں کے کفر وایمان کی بحث: ثم خاطبهم یعنی پھر عبادت کا انہیں مکلف بناتے وقت ارباب رسالت (انبیاء علیهم الصلوٰت و التسلیمات)اور اصحاب سعادت (علماء ربانیین) کی زبان سے خطاب فرمایا اور انہیں ایمان اور نیکی کا حکم دیا اور انہیں کفر ومعصیت سے منع فرمایا اسکے بعد جس نے کفر کیا اس نے اپنے فعل یعنی اختیار اپنے انکار و جہالت واصرار اور جحود وعناد وتکبر کی وجہ سے کیا اور اللہ رب العزت کی اسکے لیے عدم نصرت کی وجہ سے کیا اور جس چیز سے اللہ راضی نہ ہو اس نے وہ فعل کیا اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے عدل کے عین موافق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ بندوں پر بالکل ظلم نہیں فرماتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

اور جو ایمان لے آیا (انبیاء کرام وعلماء عظام کی دعوت کے بعد) وہ اپنے فعل وتسلیم سے ایمان لایا اور اللہ کی توفیق ونصرت اور اسکے بندہ کے لئے مقدر کئے ہوئے فیصلے سے لایا اور یہ اس ذات حق کے فضل کی وجہ سے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (اللہ بندوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے) (ملا علی القاری، فی شرحہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے کسی کو نہ کافر پیدا فرمایا اور نہ مومن بلکہ لوگوں کو کفر و

بالایمانِ ونهاهم عن الکفر فاقرّو له بالربوبیة و کان ذلك منهم ایماناً فهم یولدون علیٰ تلك الفطرة ومن کفر بعد ذلك فقد بدّل وغیّر ومن آمنَ وصدّق فقد ثبت علیه وداومَ

اللہ نے (عالم ارواح میں) آدم علیہ السلام کہ ذریت کو انکی پشت سے پیدا فرمایا پھر ان کو عقل عطا کی اور ان سے خطاب فرمایا اور انہیں ایمان کا حکم دیا اور انہیں کفر سے منع کیا، پس تمام نے اللہ کے لئے اس کے رب ہونے کا اقرار کیا، پس ان کو اسی فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔ اور جس نے اسکے بعد (دنیا میں آکر) کفر کیا، اس نے اُس عہد کو بدل دیا، اور تبدیل کر دیا، اور جو ایمان لایا وہ اس عہد پر ثابت رہا اور مداومت اختیار کی۔ (24)

ایمان سے خالی پیدا فرمایا۔ اگر اولاً لوگوں کو کافر یا مومن پیدا فرمایا جاتا تو اس صورت میں ایک تو بندے کفر و ایمان پر مجبور ہوتے اور یہ اللہ کی شان کے منافی ہے کہ وہ جبر نہیں فرماتا دوسرا ان کے اعمال پر جزا و سزا کا مرتب فرمانا عبث ہوتا۔ لہٰذا کفر و ایمان بندوں کا اپنا فعل ہے کسی کو نہ تو کفر پر مجبور کیا گیا اور نہ ہی ایمان پر (محشی عفی عنہ)

24۔ اس عبارت میں عہد الست کی طرف اشارہ ہے کہ جب اللہ رب العزت نے عالم ارواح میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو جو قیامت تک پیدا ہونے والے تھے انکو آدم علیہ السلام کی پشت سے چھوٹی چونٹیوں کی مانند پیدا فرما کر انہیں عقل عطا فرمائی کچھ سیاہ چونٹیوں کی مانند تھے اور کچھ سفید، سفید آدم علیہ السلام کے دائیں جانب ہوئے اور سیاہ بائیں جانب، انہیں عقل عطا فرمانے کے بعد ان سے اللہ رب العزت نے خطاب فرمایا جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں اس طرف اشارہ ہے "الست بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو تمام ارواح نے جواب دیا "بلیٰ" کیوں نہیں۔ تو ہمارا رب ہے۔ اب تمام ارواح نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کیا اور دنیا کے اندر لوگوں کو اسی فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ کے اندر اس طرف اشارہ ہے کہ "کل مولود یولد علی الفطرۃ الاسلام فابواہ یھودانه اوینصرانه او یمجسانه او کما قال "یعنی" ہر پیدا ہونے والا فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پس

ولم یجبر احداًمن خلقه علی الکفر ولا علی الایمان ولا خلقهم مؤمناًولا کافراًولکن خلقهم اشخاصاًوالایمان والکفر فعل العباد

اللہ نے کسی کوایمان یا کفر پر مجبور نہیں کیا اور نہ انہیں مومن یا کافر پیدا کیا بلکہ انہیں (کفروایمان کے بغیر) شخص پیدا کیا، ایمان اور کفر بندوں کا فعل ہے۔

ویعلم الله تعالیٰ مَن یکفرفی حال کفره کافراًفاذاآمن ذلك علمه مومناًواحبّه من غیر ان یتغیر علمه وصفته وجمیع الافعال العبادمن الحرکة والسکون کسبهم علی الحقیقةواللہ تعالیٰ خالقها وهی کلهابمشیة الله تعالیٰ وعلمه وقضائه وقدره

جوکفر (اختیار) کرتا ہے اللہ اسے اسکے کفر کی حالت میں کافر جانتا ہے اور جب یہ ایمان لے آئے اسے اسکے ایمان کے حالت میں مومن جانتا ہے اور اسے پسند فرماتا ہے، بغیر اس کے کہ اس کا علم یا صفت متغیر ہو اور بندوں کے تمام افعال حرکت اور سکون سے دراصل بندوں کے کسب ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے، اور یہ تمام (کسب) اللہ کی مشیت اسکے علم اور قضاء وقدر سے ہیں۔(25)

والطاعات کلها ماکانت واجبة بامر الله تعالیٰ بمحبته وبرضائه وعلمه ومشیته وقضائه وتقدیره والمعاصی کلها بعلمه وقضائه وتقدیره ومشیته لابمحبته

اسکے والدین اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں" (شرح ملاعلی قاری ملخصاً)

25-اللہ اور بندے کے فعل میں فرق:

بندہ کے کفروایمان کی بحث تو پیچھے گزر چکی یہاں جو بات قابل ذکر ہے وہ یہ کہ بندے کے جو بھی افعال ہیں وہ درحقیقت بندے کے اپنے کسب ہیں اور اللہ ان کسبوں کا خالق ہے یعنی بندہ اپنے ارادہ اور اختیار سے جو فعل خواہ وہ نیکی ہو یا برائی کرنا چاہے اللہ رب العزت اس میں اس فعل کو کرنے کی صلاحیت پیدا فرمادیتا ہے۔ بندہ کسی بھی فعل کو کرنے پر مجبور نہیں لہٰذا بندہ اپنے فعل کا، کاسب ہے اور اللہ اس فعل کا خالق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم، (محشی عفی عنہ)

ولا برضائه ولا بامره

تمام نیکیاں جو کہ اللہ کے امر سے واجب ہیں وہ اللہ کی محبت، رضا، علم، مشیت، اور قضاؤ قدر سے ہیں، اور تمام گناہ اللہ کے علم، قضا و قدر اور مشیت سے (تو) ہیں مگر اللہ کی محبت اور اسکی رضا سے نہیں۔

والانبياء عليهم السلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر والكفر والقبائح وقد كانت منهم الزلات والخطايا

تمام انبیاء علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں اور کفر اور بری چیزوں سے پاک ہوتے ہیں، (مگر) ان سے لغزش اور (اجتہادی) خطا (ممکن) ہے۔(26)

26-انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق عقیدہ:

یعنی انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت سے قبل اور بعد صغیرہ وکبیرہ گناہوں اور بری چیزوں اور کفر سے معصوم ہوتے ہیں۔لیکن ان سے لغزش کا صدور اس لئے ممکن ہے تا کہ بندے اور رب میں فرق قائم رہے لیکن نبی کی لغزش بھی عام آدمیوں کی ہزار ہا نیکیوں سے بدرجہا افضل ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے "حسنات الابرار سیات المقربین" کہ جو چیزیں ابرار یعنی نیکوں کی نیکیاں ہیں وہ مقربین کے لئے گناہ کا درجہ رکھتی ہیں اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یالیتنی کنت سهو محمد" ﷺ یعنی کاش میں حضور کا کوئی سہو ہی ہوتا۔

وقد كانت منهم زلات و خطايا مثل الزلات اكل آدم عليه السلام من الشجرة و مثل الخطا يا قتل موسىٰ عليه السلام قبطيافي قوم فرعون فانه لم يقصد قتله اصلا بل قصد ضربه بيده لرفع الضرر عن بنى اسرائيل فوقع الضرب قصداً والقتل خطاً والقتل زلة ايضاً لان كل خطاء زلة وليس كل زلة خطاء فبينهما عموم و خصوص مطلقا لان الزلة قد تكون بالخطاء وقد تكون بالنسيان و قد تكون بالسهو و قد تكون بترك

ومحمد علیه الصلوٰة والسلام حبیبه و عبده ورسوله ونبیه وصفیه ونقیه ولم یعبد الصنم ولم یشرك بالله تعالیٰ طرفة عین قطُ ولم یرتکب صغیرةً ولا کبیرةً

الاولیٰ والا فضل قال الامام عمر النسفی فی تفسیره ان ائمة سمر قندلا یطلقون اسم الزلة علی افعال الانبیاء علیهم السلام لانها نوع ذنب ویقولون فعلوا الفاضل فعوتبوا علیه لان ترك الافضل منهم بمنزلة ترك الواجب و قیل زلة الانبیاء والاولیاء سبب القربة الی الله تعالی۔

اور کبھی کبھی انبیاء علیہم السلام سے لغزش واقع ہوتی ہے جیسے آدم علیہ السلام کا شجر ممنوعہ سے کھانا اور حضرت موسیٰ کا فرعون کی قوم سے قبطی کو قتل کرنا۔ آپ نے قتل کا بالکل قصد نہ فرمایا تھا بلکہ آپ کا قصد اسے تھپڑ مارنے کا تھا وہ بھی بنی اسرائیل سے تکلیف دور کرنے کی غرض سے۔ وہ ضرب قصداً تھی اور قتل خطاءً تھا اور قتل لغزش بھی ہے کیونکہ ہر خطا لغزش ہے مگر ہر لغزش خطا نہیں پس ان کے درمیان نسبت عموم خصوصی مطلق کی ہے کیونکہ لغزش کبھی تو خطا سے ہوتی ہے اور کبھی نسیان سے اور کبھی سہو سے اور کبھی ترک اولیٰ اور ترک افضل سے، امام عمر نسفی نے اپنی تفسیر (مدارک) میں لکھا ہے کہ آئمہ سمرقند انبیاء علیہم السلام کے کسی فعل پر لغزش کا اطلاق نہیں فرماتے کیونکہ ان کے نزدیک یہ گناہ کی ایک قسم ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ ان سے فاضل امور واقع ہوئے جس پر انہیں عتاب کیا گیا کیونکہ انبیاء علیہم اسلام سے ترک افضل، واجب کے ترک کی طرح ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی لغزش (ان کے لیے) اللہ کے قرب کا باعث بنتی ہے۔ (ابوالمنتہیٰ)

گناہ صغیرہ اور کبیرہ میں فرق:

احکام شرع آٹھ ہیں۔ ۱۔ فرض ۲۔ واجب ۳۔ سنت ۴۔ مستحب ۵۔ حرام ۶۔ مفسد ۷۔ مکروہ ۸۔ مباح۔

فرض کا ترک حرام ہے اور دوسری طرف حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے واجب اور سنت موکدہ کا ترک گناہ صغیرہ ہے اور سنت غیر موکدہ و مستحب کا ترک خلاف اولیٰ یا خلاف افضل ہے گناہ نہیں ہے اور مباح وہ عمل ہے جس کا کرنا یا نا کرنا برابر ہے۔ (محشی عفی عنہ)

قطُ

اورحضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے حبیب اس کے(مکرم)بندے،اس کے رسول، نبی، چنیدہ اور برگزیدہ ہیں،آپ نے کبھی کسی بت کی پوجا نہیں کی اور نہ آنکھ جھپکنے کی مقدار میں اللہ کیساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا،اور نہ کبھی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا۔(27)

27- قولہ۔ محمد علیہ الصلوۃ و السلام، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحن الاخرون و نحن السابقون یوم القیامۃ وانی قائل قولاً غیر فخر ابراھیم علیہ السلام خلیل اللہ تعالیٰ و موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تعالیٰ و آدم علیہ اسلام صفی اللہ تعالیٰ وانا حبیب اللہ تعالیٰ و معی لواء الحمد یوم القیامۃ تحتھا آدم علیہ السلام و من دونہ تحتہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ہم ہی سابق اور ہم ہی آخر ہیں اور میں یہ بات بغیر کسی فخر کے کہتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلیم ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے صفی ہیں اور میں اللہ کا حبیب ہوں قیامت کے دن لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور حضرت آدم اور ان کے علاوہ تمام انبیاء ومرسلین اسی لواء کے نیچے ہوں گے۔

قولہ.....وعبدہ الی فائدتین اعنی تشریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم و حفظ امتہ علیہ السلام من قول النصاری حیث قالوا عیسیٰ ابن اللہ قال ابو سلیمان قاسم الانصاری لماوصل محمدً علیہ السلام الی الدرجات العالیۃ والمراتب الرفیعۃ فی المعراج اوحی اللہ تعالیٰ الیہ فقال تعالیٰ یا محمد بما اشرفك قال رسول اللہ ﷺ یا رب بنسبتی الی نفسك بالعبودیۃ فانزل اللہ تعالیٰ فیہ سبحن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الآیۃ وقال رسول اللہ ﷺ لا تطرونی کما اطری عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام وقولوا عبدہ ورسولہ کذافی المشارق ای لا تجاوزوافی المدح عن الحد کما بالغ النصاریٰ فی مدح عیسیٰ علیہ السلام حتیٰ کفروا فقالوا انہ ابن اللہ تعالیٰ وقولوا فی حقہ عبدہ ورسولہ حتی

السلام ثلثمائۃٍ و ثلثۃ عشر جماً غفیراً۔

حضور علیہ السلام کی نبوت قبل الاربعین کی بحث:

نبی، رسول سے عام ہے اور اس پر حضور ﷺ کا یہ قول مبارک دلالت کرتا ہے کہ آپ سے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی تعداد کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور جب آپ سے رسولوں کی تعداد کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا تین سو تیرہ جم غفیر ہیں۔ (ابوالمنتہی)۔

مسئلہ نبوت قبل الاربعین: آج کل بدقسمتی سے ہمارے ہاں علمی حلقوں میں یہ بحث چھڑی ہے کہ آیا حضور ﷺ اپنی ظاہری حیات مبارکہ کے چالیس سال قبل نبی تھے یا نہ تھے۔ اول تو یہ ایسا موضوع ہے کہ جس پر سوائے گمراہ فرقوں کے کسی نے انگشت نمائی نہ کی اور اس کے رد وابطال میں ہر دور میں علمائے حق اہل سنت و جماعت نے اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو صرف فرمایا۔ مگر فی زمانا اس طبقہ ناجیہ اہل سنت میں سے ہی بعض لوگوں نے اپنے اسلاف کے موقف سے عدول کیا اور اس متفقہ عقیدے کو کہ حضور ﷺ پیدائش کے وقت سے بلکہ اس سے بھی قبل عالم ارواح میں بھی مقام و مرتبہ نبوت سے مختص تھے اور اس پر بہت سی نصوص صریحہ نقلیہ و عقلیہ کے ہوتے ہوئے محض تاویلات کی بناء پر کہا کہ حضور علیہ السلام چالیس سال سے قبل نبی نہ تھے ولی تھے اور جب قائلین کے اس قول کا سخت ردعمل ظاہر ہوا تو کہا گیا کہ نبی تو تھے مگر بالفعل نبی نہ تھے بلکہ بالقوہ نبی تھے۔ مجھ ایسا طالب علم یقیناً علم کے اندر اس رسوخ کا حامل نہیں کہ ان معترضین کی فلسفی موشگافیوں کا جواب تحریر کرے مگر پھر بھی حضور ختمی مرتبت، والی نعمت، قاسم نعمت، ہادی امت، محبوب کردگار، سرکار کونین، فخر کون و مکان، کلمات اللہ، حضرت محمد ﷺ کا ادنی امتی اور دین مبین کا طالب علم ہونے کی حیثیت سے کچھ معروضات پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے اس سے مقصود اپنی ناموری ہرگز نہیں بلکہ مقصود بارگاہ سرور کونین ﷺ میں اپنی عجز و نیاز کو ان حروف کی وساطت سے پیش کرنا ہے، گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

مزے کی بات یہ ہے کہ فقہ اکبر کے اس مقام (نبیہ ورسولہ) پر ملا علی قاری نے بھی اس بحث کو

لاتکونوا علی مثالھم۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا مقام عبدیت اور اسمیں آپ کا اختصاص:

قولہ عبدہ (حضور ﷺ اللہ کے بندے ہیں) اس میں دو فائدے ہیں۔(۱) حضور علیہ السلام کو (مقام عبدیت سے) مشرف فرمانا (۲) اور حضور علیہ السلام کی امت کو قول نصاریٰ سے بچانا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ ابوسلیمان قاسم الانصاری نے کہا کہ جب شب معراج میں حضور ﷺ مراتب عالیہ اور درجات رفیعہ تک پہنچے تو اللہ رب العزت نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ) میں آپ کو آج کس چیز سے مشرف کروں تو آپ نے عرض کیا اے اللہ مجھے اپنی طرف نسبت عبودیت سے مشرف فرما۔ اللہ رب العزت نے اسی متعلق قرآن کریم میں اس طرح آیات نازل فرمائیں **سبحن الذی اسریٰ بعبدہ" الآیۃ** حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے ایسی فضلیت نہ دو جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی۔ مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو جیسا کہ مشارق میں ہے یعنی حضور کی مدح میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کی مدح میں کہا یہاں تک کہ وہ کافر ہوئے اور کہا کہ عیسی (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ کے حق میں عبدہ ورسولہ کہو تا کہ تم نصاری کی طرح نہ ہو جاؤ۔ (ابوالمنتہی)

حضور ﷺ کے مقام عبدیت کے متعلق ملا علی قاری اس طرح رقم طراز ہیں۔ **"ای مختص بہ لا نہ الاکمل عند اطلاقہ"** یعنی حضور ﷺ اس مقام (عبدیت) سے مختص ہیں کیونکہ صرف آپ ہی اس اطلاق (عبدیت) کے کامل ترین فرد ہیں۔ (شرح فقہ اکبر از ملا علی القاری علیہ رحمۃ الباری)

اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کو عام عبد نہ سمجھا جائے بلکہ یہ عبدیت حضور ﷺ کا خاصہ ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں اسی لئے کسی نے کہا ہے: عبد دیگر عبدہ چیزے دگر

قولہ۔ ورسولہ ونبیہ، والنبی اعم من الرسول ویدل علیہ انہ علیہ السلام سئل عن الانبیاء فقال مائۃ واربعۃ وعشرون الفاً قیل فکم الرسل منھم فقال علیہ

اٹھایا اور متقدمین کے حوالہ سے یہ ثابت فرمایا کہ حضور سرور عالم ﷺ عالم اجساد میں بوقت پیدائش شریف ہی نبی تھے نہ کہ آپ اس نعمت عظمیٰ پر چالیس سال کے بعد فائز ہوئے۔

آپ پہلے تو نبی اور رسول کے مابین فرق بایں الفاظ فرماتے ہیں کہ:

وایماء الی ماھو الاشھر فی الفرق بینھما من المنقول بان النبی اعم من الرسول اذا الرسول من امر بالتبلیغ والنبی من أوحی الیہ اعم من ان یومر بالتبلیغ ام لا قال القاضی عیاض والصحیح الذی علیہ الجمھور ان کل رسول نبی من غیر عکس۔ الی قولہ فقیل النبی مختص بمن لا یومر وقیل ھما مترادفان واختارہ ابن الھمام والا ظھر انھما متغایران لقولہ تعالیٰ "وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی" الخ۔

اور نقل کے اندر، ان (نبی اور رسول) میں فرق بہت مشہور ہے اور امام صاحب کا نبیہ ورسولہ الگ الگ ذکر فرمانا اسی طرف اشارہ ہے کہ نبی رسول سے عام ہے کیونکہ رسول وہ ہوتا ہے جس کو تبلیغ کا حکم دیا جائے اور نبی وہ ہے جس پر وحی تو کی جائے مگر اسے تبلیغ کا حکم ہو یا نہ ہو یہ عام ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ (اس متعلق) صحیح وہ ہے جس پر جمہور ہیں کہ ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی رسول نہیں۔ الی قولہ..... اور کہا گیا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو حکم تبلیغ سے مختص نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (نبی اور رسول) مترادف ہیں اور اس کو ابن ہمام نے اختیار کیا ہے اور ظاہر ترین یہ ہے کہ یہ (نبی اور رسول) متغایر ہیں اور اس پر اللہ رب العزت کا یہ ارشاد کہ "ہم نے آپ سے قبل کوئی نبی اور رسول نہیں بھیجا"۔

عمر مبارک کے چالیس سال قبل نبی ہونے پر حدیث قدسی:

پھر فرمایا **ایماءٌ الی ماورد فی بعض احادیث الاسراء "جعلتك أول النبین خلقاً وآخرھم بعثاً کما رواہ البزاری من حدیث ابی ھریرۃ** یعنی واقعہ معراج کی بعض احادیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ (اے نبی ﷺ) "ہم نے آپ کو پیدائش کے اعتبار سے تمام انبیاء میں اول اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخر میں بنایا"۔

نبوت قبل الاربعین کے متعلق امام رازی کا نظریہ: قال الامام فخر الدین الرازی:

الحق أن محمداً ﷺ قبل الرسالة ما كان على شرع نبي من الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام وهو المختار عند المحققين من الحنفية لا نه لم يكن من امة نبي قط لكنه كان في مقام النبوة قبل الرسالة وكان يعمل بما هو الحق الذى ظهر عليه في مقام نبوته بالوحي الخفي والكشوف الصادقة من شريعة ابراهيم عليه الصلوٰة والسلام۔

امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ حق یہ ہے کہ (حضرت) محمد ﷺ رسالت (انزال وحی) سے قبل کسی نبی کی شریعت پر نہ تھے اور یہی احناف محققین کا مختار ہے کیونکہ آپ کسی نبی کی امت سے نہ تھے بلکہ آپ رسالت (انزل وحی جلی) سے قبل مقام نبوت پر فائز تھے اور وہ عمل فرماتے تھے جو آپ کو آپکے مقام نبوت میں ظاہر ہوا، خفی وحی اور سچے خوابوں کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق

آگے چل کر اس مسئلہ کو مزید واضح فرماتے ہوئے اس طرح فرمایا۔

كذانقله القونوى في شرح عمدة النسفي وفيه دلالة على ان نبوته لم تكن منحصرة فيما بعد الا ربعين كما قال جماعة: بل اشارة الى أنه من يوم ولا دته متصف بنعت نبوته بل يدل حديث "كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد" على أنه متصف بو صف النبوة في عالم الارواح قبل خلق الاشباح۔

ایسے ہی قونوی نے شرح عمدۃ النسفی میں نقل کیا ہے کہ اس میں دلیل ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت چالیس سال کے بعد میں منحصر نہیں جیسا کہ ایک جماعت نے کہا ہے بلکہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی پیدائش مبارکہ کے وقت ہی اس صفت نبوت سے موصوف تھے یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ "میں اس وقت بھی نبی تھا کہ جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے"۔ کہ آپ وصف نبوت سے عالم ارواح میں اجساد کی پیدائش سے قبل ہی متصف تھے۔ (شرح فقہ اکبر از ملا علی القاری)۔

ملا علی قاری کی تقریر مذکور پر اعتراض کا جواب:۔

اعتراض:۔ اس تقریر پر یہ اعتراض وارد کیا جاتا ہے کہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری کی آخری کتاب نہیں بلکہ مرقاۃ شرح مشکوۃ آپکی آخری کتاب ہے۔اور اسمیں آپ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت قبل الاربعین کی نفی کی ہے لہذا آپ کا موقف وہی ہے جو بعد میں آپ نے مرقاۃ میں تحریر کیا۔

جواب: یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت قبل الاربعین کے متعلق جمہور اہل سنت کا موقف یہی ہے کہ آپ اپنی عمر کے چالیس سال قبل بھی نبی ہیں۔لہذا اگر کوئی اسکے خلاف موقف اختیار کرے تو وہ خطا پر ہے اور ہم پر لازم ہے کہ ہم درست موقف کو لیں اور جمہور کے ساتھ رہیں۔اور غلط کو رد کردیں۔وما توفیقنا الا باللہ

امام ابوشکور سالمی کا نبوت قبل الاربعین کے منکر سے مناظرہ:

آپ نے گمراہ فرقہ کرامیہ☆ کے ایک شخص سے اپنا مناظرہ اپنی تمہید میں نقل فرمایا ہے اسے ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں۔

ناظرت حشویا من الکرامیة فقلت له ماذا تقول فی الصانع وصفاته من صفات الفعل قال بانها حادثة محدثة قلت ان الصانع قبل حدوث هذه الصفة یکون ناقص الصفة و هذا محال ۔قلت ماذا تقول فی الانبیاء علیهم السلام قبل الوحی قال ان النبی قبل الوحی ما کان نبیاًوما کان معصوماًعمایوجب سقوط العدالة قلت اذا فعل شیئاًیوجب سقوط العدالةیصیر فاسقاً فلو ان الله تعالیٰ اوحی الیه فی تلك الحالة یکون وحیاً الی شخص فاسق فیکون الرسول فاسقاًقلت ماذا تقولون فیمن قال لا اله الاالله واعتقد غیر ذالك نعوذ بالله قال انه مومن فما دینکم الاان الرب ناقص والرسول فاسق والمومن منافق والله ورسوله منزهان عما قلتم ۔

فرماتے ہیں کہ میں نے کرامیہ کی شاخ حشویہ کے ایک شخص سے مناظرہ کیا تو میں نے اس

سے سوال کیا کہ تم اللہ رب العزت کے صفات فعلیہ کے متعلق کیا کہتے ہو تو اس نے کہا کہ اللہ کی صفات (فعلیہ) حادث ہیں تو میں نے اسے جواب دیا کہ پھر تو صانع (اللہ تبارک وتعالی) اس صفت کے حدوث سے قبل ناقص ہوا اور یہ محال ہے۔ پھر میں نے کہا کہ تم انبیاء کے متعلق وحی سے قبل (ان کے نبی ہونے کے متعلق) کیا کہتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ وحی سے قبل نبی، نہ تو نبی ہوتا ہے اور نہ معصوم جو کہ سقوط عدالت کا موجب ہے۔ تو میں نے جواب دیا کہ اگر نبی کوئی ایسا فعل کر رہا ہو جو سقوط عدالت کا موجب ہے تو پھر تو وہ فاسق ہے۔ اور اگر اللہ اسکی طرف اسی حالت میں وحی کرے تو یہ وحی فاسق شخص کی طرف ہو گی پس رسول فاسق ہوا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ تم ایسے شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو لا الہ الا اللہ کہے لیکن اعتقاد اسکے خلاف رکھے؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ مومن ہے۔ تو میں نے اس سے کہا کہ تمہارا دین کس طرح کا ہے کہ تمہارا رب ناقص، تمہارا رسول فاسق، اور مومن منافق ہے (حقیقت یہ ہے کہ) تم جو کہہ رہے ہو اللہ اور اسکا رسول اس سے پاک ہیں۔

☆ گمراہ فرقہ کرامیہ کا تعارف اور اس کا بانی:

فرقہ الکرامیہ کا زعیم اور رئیس محمد بن کرام نامی شخص تھا اسے سیستان سے گرجستان بھگا دیا گیا تھا اس کے زمانے میں شورین اور افشین کے ناسمجھ لوگ اسکے ساتھ ہو گئے تھے۔ بعد ازاں وہ (خراسان کے عباسی گورنر) محمد بن عبداللہ بن طاہر (۲۵۹ھ) کے عہد میں نیشا پور آیا وہاں نیشا پور کے مضافات کے کچھ دیہاتی مزدور اور عام لوگ اسکے گمراہانہ خیالات کے پیرو ہو گئے۔ کرامیہ کے عقائد:۔ اس زمانہ میں (مصنف کے زمانہ میں) محمد بن کرام کے متبعین کی گمراہیاں بے شمار ہیں۔ اور ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ ہم ان میں سے مشہور عقائد کا کہ وہ بھی قبیح ہیں یہاں بیان کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت کے متعلق کرامیہ کے عقائد:

ابن کرام اپنے معبود (اللہ تعالی) کے تجسیم کی دعوت دیتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جسم ہے۔ نیچے اور اس سمت سے جہاں وہ اپنے عرش سے مل جاتا ہے۔ اسکی ایک حد اور انتہا ہے اور یہ عقیدہ

ثنویہ (مجوس) کے عقیدہ کے مشابہ ہے کہ ان کا معبود جسے انہوں نے نور کا نام دیا ہے وہ اس سمت سے جہاں سے وہ ظلمت سے جاملتا ہے، متناہی ہے مگر دیگر پانچوں سمتوں سے اسکی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ابن کرام نے اپنی بعض کتابوں میں بیان کیا ہے کہ اس کا معبود جوہر ہے (اہل سنت کے نزدیک اللہ رب العزت نہ جسم ہے نہ جوہر ہے اور نہ عرض، محشی غفرلہ) الی قولہ۔ابن کرام نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اللہ اپنے عرش سے مماس (چھوئے ہوئے) ہے اور عرش اس کا مکان ہے مگر اس کے متبعین نے لفظ مماس کو ملاقاۃ سے بدل دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اور عرش کے درمیان کسی اور جسم کا وجود نہیں۔مگر یہ کہ وہ عرش کو نیچے کی جانب سے محیط ہے (گھیرے ہوئے ہے) الی قولہ۔کرامیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان کے معبود کی ذات میں بہت سی اعراض کے حدوث (پیدائش) کے بعد بھی عالم میں کوئی جسم یا عرض پیدا ہوتی ہے یا ان کا حدوث ہوتا ہے۔وغیرہ (نعوذ باللہ من تلک الخرافات) (الفرق بین الفرق، ص ۲۰۔۳۱۸)

نبوت قبل الاربعین پر ہمارے استاذ گرامی کی تقریر:

اب ہم اپنے استاذ گرامی شیخ الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا مفتی اللہ بخش سیالوی محمدی سیفی کی (زیر طبع) تصنیف بعنوان ''تدقیقات علی تحقیقات'' سے چند اقتباسات بطور تبرک نذر قارئین کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں۔

ہمارے نبی کریم ﷺ پیدائشی نبی ہیں اور اس پر نقلی و عقلی دلائل موجود ہیں بندہ مختصراً عرض کرتا ہے۔

دلیل نمبر۱: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''محمد رسول اللہ'' الایۃ یہ قضیہ ضروریہ، لازمہ ہے رسالت حضرت محمد ﷺ سے کسی وقت جدا نہیں ہوسکتی۔جیسا کہ ''الانسان حیوان'' قضیہ ضروریہ ہے (صفت) حیوانیت انسان سے کسی بھی وقت جدا نہیں ہوسکتی ایسے رسالت بھی آپ ﷺ سے کسی وقت جدا نہیں ہوسکتی۔تفسیر روح المعانی میں ہے۔''محمدٌ رسول اللہ مبتدء وخبرٌ اما علی کونہ الرسالۃ فظاھر لازمۃ لکونہ علیہ السلام رسول اللہ'' (تفسیر روح المعانی ص ۱۲۳۔ج ثالث عشر س فتح جز سادس وعشرون)۔

یعنی لفظ محمد مبتداء ہے اور لفظ رسول اللہ خبر ہے اور آپ ﷺ کے لئے رسالت کا ہونا ظاہر اور لازم ہے کیونکہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور لازم کبھی جدا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا نبوت و رسالت بھی آپ سے کبھی جدا نہیں ہوسکتی لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ پیدائشی نبی ہیں۔

سوال: سوال یہ ہوتا ہے کہ نبی کی تعریف یہ ہے کہ "من بعثه الله لتبليغ الاحكام" یعنی نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ تبلیغ احکام کیلئے مبعوث فرمائے۔ پیدائش کے وقت تو آپ ﷺ نے تبلیغ احکام نہیں فرمائی چالیس سال بعد تبلیغ فرمانے کی وجہ سے چالیس سال بعد نبی ہوئے پیدائشی نبی نہ ہوئے۔

جواب: یہ ہے کہ "من بعثه الله لتبليغ الاحكام" قضیہ مطلقہ ہے نہ کہ ضروریہ اور دائمہ یعنی نبی وہ ہوتا ہے جو بالفعل تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں تبلیغ احکام کرے۔ لہٰذا جب آپ نے چالیس سال بعد تبلیغ کی تو نبی کی تعریف سچی آگئی۔

دلیل نمبر۲: حدیث وروی عن رسول الله ﷺ انه سئل متى كنت نبياً قال كنت نبياً و آدم بين الماء والطين "(التمهيد فى بيان التوحيد تاليف امام ابو شكور سالمى)

ترجمہ: اور روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آپ کب سے نبی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت سے نبی ہوں جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے یعنی آدم علیہ السلام کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ قائم بھی نہ ہوا تھا۔

كنت نبياً میں کان ناقصہ ہے اور کان ناقصہ کی خبر کبھی اسم کے دوام و استمرار کے لئے ہوتی ہے جیسے تمام نحاۃ نے لکھا ہے جیسا کہ "كان الله عليماً حكيماً" کہ علم اللہ سے جدا نہیں ہوسکتا اس طرح نبوت بھی حضور ﷺ سے کبھی جدا نہیں ہوسکتی كما فى شرح مائة عامل او ممتنع الامتناع مثل كان الله عليماً حكيماً: (شرح مائۃ عامل ص ۱۶۹ النوع العاشر، الافعال الناقصہ)

دلائل عقلیہ (۱):

اسی طرح عقلی دلائل میں پہلی دلیل علامہ فضل حق خیر آبادی نے امتناع النظیر میں دی ہے کہ حضور

ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ''جعلتك اول النبين خلقاً و آخرهم بعثاً'' یعنی اے محبوب ہم نے آپ کو خلقت کے اعتبار سے تمام انبیاء میں اول اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخر بنایا۔

اگر آپ پیدائشی نبی نہ ہوں تو ایک زمانہ وہ ہوگا جس میں آپ نبی نہ ہوں اور یہ خلاف مفروض ہوگا۔ (خلاصہ امتناع النظیر ص ۱۲۹)

دلیل نمبر۲: دوسری دلیل یہ ہے کہ بعض اولیاء کرام بھی پیدائشی ولی ہیں جیسا کہ اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ پیدائشی ولی ہیں۔

اگر حضور ﷺ پیدائشی نبی نہ ہوں تو آپ پر ولی کی فوقیت لازم آجائے گی۔

سوال: حدیث میں ہے **بعث الله محمداً وله اربعون سنة**'' :یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔

جواب: یہ ہے کہ بعث کا معنی اظہار ہے یعنی حضور کی نبوت کو اللہ تعالیٰ نے چالیس سال بعد ظاہر فرمایا جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ ج دوم میں ذکر فرمایا ہے ''پیش از ظہور نبوت وچوں نبوت ظاہر می شد'' (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۰)

بعثت کا معنی اعطائے نبوت درست نہیں:

لہٰذا بعثت کا معنی اعطائے نبوت لینا کسی لغت سے ثابت نہیں ہے اسی لیے علماء نے بھی لکھا ہے کہ آپ قبل الوحی بھی نبی ہیں جیسا کہ امام ابوشکور سالمی نے تمہید میں ذکر کیا ہے

" دل انه قبل الوحی نبی لا ن غیر النبی لا یجب ان یکون معصوماً" یعنی آپ ﷺ قبل الوحی بھی نبی ہیں کیونکہ غیر نبی معصوم نہیں ہوتا۔ (تمہید ص ۴۷)۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ قبل الوحی بھی نبی ہیں۔ بلکہ تمام انبیاء پیدائشی نبی ہیں اور اس پر اہل سنت کا اجماع ہے جیسا کہ ابوشکور سالمی نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔

وقال اهل السنة والجماعة ان الانبياء صلوٰت الله عليهم قبل الوحی كانوا انبياء معصومين واجب العصمة والرسول قبل الوحی كان رسولاً نبياً مامونا وكذلك

بعد الوفاۃ (تمہید ابو شکور سالمی ۷۳) اہل سنت نے فرمایا ہے کہ انبیا کرام قبل وحی معصوم واجب العصمت اور رسول قبل الوحی رسول نبی اور مامون ہوتے ہیں، اور اسی طرح بعد الوفات بھی۔

تمہید ص ۷ پر ابو شکور سالمی صاحب لکھتے ہیں کہ ''لان النبی کان نبیاً قبل البلوغ وقبل الوحی کما انہ نبی بعد الوحی وبعد البلوغ'' یعنی نبی قبل البلوغ اور قبل الوحی نبی ہوتا ہے جیسا کہ بعد الوحی نبی ہوتا ہے اور بعد البلوغ بھی نبی ہوتا ہے۔ (تمہید ابو شکور سالمی ص ۷)

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ چالیس سال پہلے ولی تھے جیسا کہ مرقاۃ میں ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے (مرقاۃ ج ۳ ص ۳۰۸)

جواب: یہ کرامیہ کا مذہب ہے جیسا کہ امام ابو شکور سالمی نے ذکر کیا ہے ''وقالت المتقشفۃ من الکرامیۃ بان النبی قبل الوحی لا یکونوا انبیاء ولکن یکون معصوماً لا نہ یکون ولیاً'': (تمہید ابو شکور سالمی ص ۷۲)

یعنی کرامیہ کا فرقہ متقشفہ کا مذہب یہ ہے کہ نبی قبل الوحی نبی نہیں ہوتے لیکن معصوم ہوتے ہیں کیونکہ ولی ہوتے ہیں۔

حکم شرعی: نبوت پر عقیدہ رکھنا قطعی ہے ظنی دلائل سے اس کا انکار نہیں کرنا چاہئے بلکہ عرف کے لحاظ سے یہ توہین ہے اور تعظیم اور توہین عرف پر مبنی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے ملفوظات میں لکھا ہے ''تعظیم اور توہین عرف پر مبنی ہوتے ہیں''۔ (ملفوظات ص ۷۵)

قبل الوحی نبوت کے انکار کو عرف میں توہین سمجھتے ہیں۔ لہٰذا قبل الوحی بھی نبوت کا انکار ویسا ہی ہے جیسا کہ بعد الوحی نبوت کا انکار۔ لیکن ہم کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے کیونکہ جنہوں نے انکار کیا ہے انہوں نے تاویل سے کیا ہے (اور جو بغیر تاویل انکار کرے اس کے کفر میں شک نہیں) لیکن ظنی تاویل قطعی عقیدہ کے سامنے قابل قبول نہیں۔ باقی، چالیس سال سے قبل حضور کو بالقوۃ نبی کہنا اور بالفعل نبی نہ ماننا بھی انکار ہے کیونکہ ایک جاہل کو بھی بالقوۃ کاتب کہہ سکتے ہیں جو کہ کتابت نہ جانتا ہو۔

عقیدہ: لہٰذا ہمارا اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام بالفعل قبل الوحی اور قبل البلوغ

بھی نبی ہیں جیسا کہ بعد البلوغ اور بعد الوحی نبی ہیں جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے۔

تنبیہ: توحید کے بعد نبوت پر ایمان لانا فرض ہے اسلئے اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے یہ مختصراً لکھا ہے اللہ ہدایت دے تو کافی ہے اگر ہدایت نہ ہو تو دفتر بھی بے سود ہے۔

اگر در خانہ کس است یک حرف بس است ومنہ الھدیۃ ومنہ التوفیق

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

(از تدقیقات علی تحقیقات (زیر طبع) مصنفہ شیخ الحدیث مولانا مفتی اللہ بخش سیالوی محمدی سیفی، مفتی وشیخ الحدیث جامع محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف لاہور)۔

شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی کا سابقہ نظریہ:

اس بحث کو ہم استاذ العلماء مولانا محمد اشرف سیالوی کے ان اقوال کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ جو انہوں ''الوفا باحوال المصطفی'' ﷺ کے حاشیہ میں ذکر فرمائے، الوفا کے باب اول میں حدیث ''کنت نبیا وآدم بین الماء والطین'' کے تحت مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب اس طرح رقم طراز ہیں۔

فائدہ ثانیہ: حضرت مغیرہ، حضرت ابو ہریرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول مرفوع روایت ہے اور علی الخصوص ترمذی شریف جیسی مستند کتاب سے منقول روایت کی صحت میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اب قابل غور امر یہ ہے کہ ان صحابہ نے اپنا سوال اور سرور عالم ﷺ کا جواب نقل فرمایا اگر ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا وجود عالم عناصر کے ظہور سے قبل نہیں تھا تو صحابہ کرام کا سوال عبث اور آنحضرت کا جواب غلط (نعوذ باللہ من ذلک) تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ صحابہ کرام نے اپنے نور فراست سے یہ سمجھ لیا تھا کہ جس ذات اقدس نے عالم عناصر میں نمو فرما ہونے کے چالیس سال بعد اعلان نبوت فرمایا ہے نہ وہ نبی اب سے بنے ہیں اور نہ چالیس سال قبل وجود میں آئے ہیں۔ بلکہ وہ موجود بھی پہلے سے ہیں اور شرف نبوت سے مشرف بھی پہلے سے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کی تائید وتصدیق فرما کر اپنے اصل نشان ومقام کو واضح فرمایا کہ میں اس وقت سے موجود ہوں جبکہ ابوالبشر کا وجود نہیں تھا اور

میں صرف موجود نہیں تھا بلکہ نبوت اور خلعت رسالت بھی زیب تن کئے ہوئے تھا۔

اور اہل علم پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ثبوت وتحقق وصف نبوت کا بغیر تحقیق ذات نبی کے ممکن نہیں ہے علی الخصوص جبکہ سوال بھی وقت اتصاف سے ہے اور جواب میں بھی وقت اتصاف بیان فرمایا گیا یعنی میں اس وقت سے نبوت کے ساتھ موصوف ہوں جبکہ تخلیق آدم مکمل نہیں ہوئی تھی اگر آپ کا وجود مسعود تھا تو وقت اتصاف کا بیان ممکن، ورنہ نہیں۔ نیز اگر علم باری تعالیٰ کے لحاظ سے وصف نبوت کے ساتھ متصف ہونا مقصود ہوتا تو یہ اولاً اس لئے ممکن نہیں کہ علم باری تعالیٰ میں سارے نبی وصف نبوت کے ساتھ ازلاً موصوف تھے۔ آپ کی نہ تو اس میں کوئی تخصیص ہے اور نہ اولیت کی کوئی وجہ، اور ثانیاً اس لیے باطل ہے کہ باری تعالیٰ کے علم میں اگر آپ کا وصف نبوت سے موصوف ہونا اس وقت متحقق ہوا جب آدم علیہ السلام کی تخلیق شروع ہو چکی تھی تو اس سے قبل العیاذ باللہ اللہ رب العزت کا اس علم سے خالی ہونا لازم آئے گا یہ بھی محال ہے وہ ازلاً علیم بکل شئی ہے ثالثاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس حادث علم کا قیام لازم آئے گا اور جو محل حوادث ہو وہ حادث ہوتا ہے تو العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ کا حادث ہونا لازم آئے گا حالانکہ وہ واجب الوجود ہے قدیم بالذات والزمان ہے اور ازلی ابدی تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوالبشر سے قبل خارج میں متحقق تھی اور وصف نبوت بلکہ خاتم النبیین والے وصف سے موصوف تھی اگرچہ وجود عنصری کے لحاظ سے ظہور بعد میں ہوا اور یہی مفہوم ہے احادیث مذکور کا۔ الحمد اللہ۔

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن خطاب کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت آدم کی تخلیق سے پہلے موجود تھے کیونکہ لغت عرب میں لولا شرط وجزا پر داخل ہوتا ہے اور وجود اول کی وجہ سے ثانی کی نفی پر دال ہوتا ہے اور احادیث سابقہ سے آنحضرت ﷺ کا صرف وجود ہی نہیں بلکہ منصب نبوت پر فائز ہونا بھی ثابت ہو چکا ہے۔

(از مولانا محمد اشرف سیالوی اردو حاشیہ الوفا باحوال المصطفیٰ ص ۴۶ تا ۴۸، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

افضل الناس بعد الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام ابو بكرِن الصديق رضى الله عنه ثم عمرُبنُ الخطاب الفاروق رضى الله عنه ثم عثمانُ بنُ عفانَ ذوالنورين رضى الله عنه ثم علىُ بنُ ابى طالبِ المرتضىٰ رضى الله عنه، كانوا عابدين على الحق ومع الحق نُولّيهم جميعاً ولا نذكر احداًمن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الا بخير

انبیاء علیہم السلام کے بعد لوگوں میں افضل ابوبکر صدیق ان کے بعد عمر بن خطاب الفاروق پھر عثمان بن عفان ذوالنورین پھر علی بن ابی طالب المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ تمام صحابہ حق پر عبادت کرنے والے تھے، ہم ان تمام کو والی بناتے (محبت کرتے) ہیں اور ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فقط خیر سے ہی کرتے ہیں۔ (28)

28- قوله افضل الناس بعد النبيين ابوبكر الصديق قال رسول الله ﷺ ما طلعت الشمس ولا غربت بعد النبيين والمرسلين على احد يكون افضل من ابى بكر وروى ان النبى عليه الصلوة والسلام لما ذكر قصة المعراج كذبوه وذهبوا الى ابى بكر وقالو ان صاحبك يقول كذاو كذا فقال ان كان قد قال ذلك فهو صادق ثم جاء الى رسول اللّٰه ﷺ فذكر عليه السلام تلك التفاصيل الى ابى بكر فكلما ذكر شيئاً قال ابو بكر صدقت فلما تم الكلام قال ابو بكر اشهدانك لرسول الله حقا قال رسول الله ﷺ اشهدانك صديق حقا كذافى تفسير الكبير۔

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خلافت بلافصل:

مصنف (حضرت امام اعظم) کا قول کہ انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں، کے تحت امام ابوالمنتہی فرماتے ہیں۔۔۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء و مرسلین کے بعد کسی شخص پر سورج نہ طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا کہ وہ ابوبکر سے افضل ہو اور روایت کیا گیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے قصہ معراج ذکر فرمایا تو کفار نے آپ کی تکذیب کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے

اور کہا کہ تمہارے صاحب (حضور ﷺ) اس اس طرح کہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا اگر آپ ﷺ نے ایسے فرمایا ہے تو آپ سچے ہیں۔ پھر آپ حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے (واقعہ معراج کی) تمام تفصیلات حضرت ابو بکرؓ کو ارشاد فرمائیں جب حضور ﷺ کوئی بات فرماتے تو آپؓ عرض کرتے کہ آپ نے سچ فرمایا۔ جب حضور ﷺ کا کلام ختم ہوا تو آپ نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی صدیق ہیں۔ (ابوالمنتہی)

شارح عقیدۃ الطحاویہ علامہ صدرالدین علی بن علی بن محمد ابی العز الحنفی نے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے اوپر نہایت عمدہ تقریر فرمائی ہے جس کے چند اقتباسات ہم نذر قارئین کرتے ہیں۔ آپ نے ثابت فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت فقط اختیاریہ نہیں بلکہ منصوص ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اختلف اهل السنة فی خلافة الصدیق رضی الله عنه هل کانت بالنص او بالاختیار فذهب الحسن البصری وجماعة من اهل الحدیث الی انها ثبتت بالنص الخفی والاشارة ومنهم من قال بالنص الجلی ،وذهب جماعة من اهل الحدیث والمعتزلة والاشعریة الی انها ثبتت بالاختیار والدلیل علی اثباتها بالنص اخبار

من ذلك ما اسنده البخاری عن جبیر بن مطعب رضی الله عنه قال اتت امرء ة النبی صلی الله علی وسلم فامرها ان ترجع الیه قال ارایت ان جئت فلم اجدك کانها ترید الموت قال ان لم تجدینی فاتی ابابکر وذکر له سیاقا اخر واحادیث اخر وذلك نص علی امامته۔

اہل سنت کا اسمیں اختلاف ہے کہ آیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خلافت منصوص ہے یا اختیار کے ساتھ ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ اور اصحاب حدیث کی ایک جماعت اسطرف گئی ہے کہ آپ کی خلافت نص خفی اور اشارہ کے ساتھ ہے۔ ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ نص جلی کے ساتھ ہے۔ اور

اصحاب حدیث کی ایک جماعت، معتزلہ اور اشعریہ کے نزدیک آپ کی خلافت اختیار کے ساتھ ہے اور آپ کی خلافت کے منصوص ہونے پر احادیث موجود ہیں۔

ان میں سے ایک جسے امام بخاری نے جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ نے اسے حکم فرمایا کہ وہ دوبارہ آپ کے پاس آئے۔ تو اس نے عرض کیا کہ اگر میں آپ کے پاس آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو پھر آپ کا کیا حکم ہے؟ گویا اس کی مراد آپ کے وصال کی تھی۔ تو آپ نے اسے ارشاد فرمایا کہ اگر تو مجھے نہ پائے تو پھر تو ابو بکر کے پاس آنا۔ اس حدیث کا اور بھی سیاق ذکر کیا گیا ہے اور دوسری احادیث بھی مروی ہیں۔ (امام طحاوی فرماتے ہیں کہ) یہ آپ کی خلافت پر نص ہے۔ (اخرجہ البخاری۔ رقم الحدیث ۳۶۵۹، والمسلم رقم الحدیث ۲۳۸۶)

ط) وحدیث حذیفة بن الیمان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر اور حذیفہ بن یمان حدیث جسمیں آپ ارشار فرماتے ہیں کہ میرے بعد ابو بکر اور عمر کی پیروی کرو۔ (اخرجہ الترمذی رقم الحدیث ۳۶۶۲)

۳) وفی الصحیح (البخاری رقم الحدیث ۴۶۸) انه قال علی منبره "لو کنت متخذا من اهل الارض خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلاً۔ الحدیث۔

اور صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۶۸ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے منبر شریف پر فرمایا کہ اگر میں زمین والوں میں سے کسی کو خلیل (دوست) بناتا تو البتہ ابو بکر کو خلیل بناتا۔ الحدیث۔

۴) واحادیث تقدیمه فی الصلوٰة مشهورة معروفة۔ وهو یقول "مروا ابابکر فلیصل بالناس" اور نماز میں آپ کو آگے کرنے کے متعلق احادیث مشہور و معروف ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ "ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"۔

۵) وفی الصحیحین عن عائشة رضی الله عنها وعن ابیها قالت دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الیوم الذی بدیء فیه فقال "ادعی اباك واخاك حتی اکتب لا بی بکر کتابا ثم قال یابی الله والمسلمون الا ابابکر"۔ و فی روایة لا

ولا نکفر مسلماً بذنبٍ من الذنوب وان کانت کبیرةً اذا لم

یطمع فی هذ اطامع۔وفی روایة ادعی لی عبد الرحمن بن ابی بکر لاکتب لابی بکر کتابا لا یختلف علیه،ثم قال معاذالله ان یختلف المومنون فی ابی بکر ۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والد (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے) روایت ہے۔آپ فرماتی ہیں کہ اس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس تشریف لائے جس دن آپ بیمار ہوئے۔آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی اور باپ کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میں تمہارے والد کے لئے کتاب لکھ دوں۔پھر فرمایا کہ اللہ کی پناہ،مسلمان ابوبکر کے علاوہ (کسی کے خلیفہ بننے سے) انکار کردیں گے۔(اور آپ نے کچھ نہ لکھا)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''اس (خلافت) کے معاملے میں کوئی طمع کرنے والا (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کے علاوہ طمع نہ کرے (یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاہ کوئی خلیفہ بننے کا طمع نہ کرے)۔اور ایک دوسری روایت میں ہے (حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا) کہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میں ابوبکر کے لئے ایسی کتاب لکھ دوں جس پر اختلاف نہ کیا جائے۔پھر فرمایا کہ اللہ کی پناہ اگر مسلمان (خلافت کے معاملے میں) ابو بکر سے اختلاف کریں ۔(بخاری۔رقم الحدیث ۵۶۶۶، مسلم۔رقم الحدیث ۲۳۸۷)

٦) وفی الصحیحین عن ابی هریرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ۔بیننا انا نائم رایتنی علی قلیب علیها دلو فنزعت منها ماشاء الله ،ثم اخذ ها ابن ابی قحافة فنزع منها ذنوبا او ذنوبین وفی نزعه ضعف ۔والله یغفر له۔ثم استحالت غربا فاخذها ابن الخطاب ۔الحدیث

اور صحیحین کی ایک اور روایت جسے جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں سو رہا تھا میں نے اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا جس پر ایک ڈول تھا۔میں نے اس کنویں سے اتنا نکالا جتنا اللہ نے چاہا۔پھر اس ڈول کو ابن ابی قحافہ (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نے پکڑا اور اس کنویں سے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے۔اور آپ

کے نکالنے میں کمزوری تھی۔اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔پھر کنواں رہٹ بن گیا اور اسے خطاب کے بیٹے (سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) نے پکڑا۔الحدیث

(بخاری، رقم الحدیث ۳۶۶۴، مسلم، رقم الحدیث ۲۳۹۲)

۷) وفی سنن ابی دائود وغیرہ من حدیث الاشعث ۔عن الحسن عن ابی بکرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم ۔من رای منکم رویا؟فقال رجل انا رایت کان میزانا انزل من السماء فوزنت انت وابو بکر فرجحت انت بابی بکر ثم وزن عمرو ابو بکر ،فرجح ابو بکر ،ووزن عمر وعثمان ،فرجح عمر، ثم رفع المیزان فرایت الکراھۃ فی وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلافۃ نبوۃ۔ثم یوتی اللہ الملک من یشاء۔

ابوداؤد وغیرہ میں اشعث سے روایت ہے جو حسن سے اور وہ ابی بکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا تم میں سے کس نے خواب دیکھا ہے؟ تو ایک آدمی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اترا اسمیں آپ (صلی اللہ علیک وسلم) اور ابوبکر کو وزن کیا گیا تو حضور کا پلڑا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھاری ہوگیا۔پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو وزن کیا گیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہوا۔پھر عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہوا پھر میزان کو اٹھالیا گیا (راوی کہتے ہیں) میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے چہرہ مبارک پر کراہت کا اظہار دیکھا۔پس آپ نے فرمایا (یہ) نبوت کی خلافت ہے اور اسکے بعد اللہ جسے چاہے گا بادشاہی عطا فرمائے گا۔

(ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۶۳۴۔۵۔ترمذی، رقم الحدیث ۲۲۸۷۔احمد ۵/۴۴۔ابن ابی عاصم ۱۱۳۵)

۸) وروی ابو دائود عن جابر رضی اللہ عنہ انہ کان یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رای اللیلۃ رجل صالح ان ابا بکر نیط برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونیط عمر بابی بکر ونیط بعثمان بعمر ۔قال جابر فلما قمنا عند رسول

الله صلى الله عليه وسلم قلنا امالرجل الصالح فرسول الله صلى الله عليه وسلم -واما المنوط بعضهم ببعض فهم ولاة هذا الامر الذى بعث الله نبيه -

امام ابوداؤد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نیک آدمی نے رات (خواب) دیکھا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوئے۔ اور عمر (رضی اللہ عنہ) ابوبکر کے خلیفہ ہوئے۔ اور عثمان (رضی اللہ عنہ) عمر (رضی اللہ عنہ) کے خلیفہ ہوئے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے تو ہم نے کہا کہ حضور نے جس نیک آدمی کا ذکر فرمایا ہے وہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہیں۔ اور جو بعض بعض کے نائب ہوئے پس وہ اس امر کے والی ہیں جس کے لئے اللہ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا ہے۔

(ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۶۳۶۔ ابن ابی عاصم، ۱۱۳۴۔ احمد فی المسند، ۳۵۵/۳)

ع) وعن سعيد ابن جهمان ،سفينة قال ،قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم يوتى الله ملكه من يشاء او الملك۔

سعید بن جہمان حضرت سفینہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خلافت نبوت تیس سال ہے۔ اسکے بعد اللہ اپنا ملک (بادشاہی) جسے چاہے گا عطا فرمائے گا۔

(ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۶۴۶۔ احمد، ۲۲۰/۵۔ ابن ابی عاصم، ۱۱۸۱)

(شرح عقیدۃ الطحاویہ، مولفہ امام صدر الدین علی بن علی بن محمد بن ابی العز الحنفی المتوفی ۷۹۴ھ ص، ۴۶۸۷۰)

ملا علی قاری حنفی اس ضمن میں فرماتے ہیں۔ "قد حكى الاجماع على ذلك ولا عبرة بمخالفة الروافض هناك" یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی (خلافت بلافصل پر) اجماع ذکر کیا گیا ہے اور روافض کے اس متعلق مخالفت کا یہاں کوئی اعتبار نہیں۔ (شرح فقہ اکبر، از ملا علی قاری حنفی، ص ۱۰۹، مطبوعہ مکتبی حقانیہ پشاور)

مذکور الصدر احادیث وشواہد سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد خلافت بلافصل جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت ہے اور شارح عقیدہ طحاویہ کے بقول آپ کی خلافت منصوص ہے نیز اس پر اجماع بھی منعقد ہے۔

قوله ثم عمر بن الخطاب الفاروق قال رسول الله ﷺ ما من نبی الا وله وزیران من اهل السماء ووزیران من اهل الارض فاما وزیرای اهل السماء فجبرائیل ومیکائیل علیهما السلام واما وزیرای اهل الارض فابوبکر وعمر رضی الله عنهما کذا ذکره فی المصابیح۔

فضائل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں سو میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرائیلؑ اور میکائیلؑ ہیں اور زمین والوں میں سے ابوبکر اور عمر ہیں (رضی اللہ عنہما)

نیز خلیفہ ثانی امیر المومنین سیدنا عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فضیلت جناب امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں مروی احادیث نمبر ۲، ۷، ۸، میں بھی مذکور ہے۔

شارح عقیدہ طحاویہ اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

ونثبت الخلافة بعد ابی بکر لعمر رضی الله عنهما وذلك تفویض ابی بکر الخلافة الیه واتفاق الامة بعده علیه وفضائله رضی الله عنه اشهر من ان تنکر ،واکثرمن ان تذکر ۔فقد روی عن محمد بن الحنفیة انه قال قلت لابی یا ابت ۔من خیر الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا بنی اوما تعرف ؟فقلت لا ۔قال ابو بکر قلت ثم من ؟قال عمر۔وخشیت ان یقول ثم عثمان فقلت ثم انت فقال ما انا الا رجل من المسلمین ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے ہم (اہل

سنت) خلافت ثابت کرتے ہیں۔اور یہ (خلافت) آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سونپنے اور جناب صدیق اکبر کے بعد آپ پر امت کے متفق ہونے کی وجہ سے ہے۔حضرت محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد سے (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) سے پوچھا کہ اے میرے والد محترم۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بیٹے رسول اللہ کے بعد افضل ابوبکر ہیں، میں نے عرض کیا کہ ان کے بعد؟ تو فرمایا کہ وہ عمر ہیں (رضی اللہ عنہما) پس میں ڈرا کہ آپ کہیں کہ ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔میں نے عرض کیا کہ کیا ان کے بعد آپ (افضل) ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو ایک (عام) مسلمان ہوں۔

(بخاری، رقم الحدیث ۳۷۶۷۱)

وفی الصحیحین عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یقول قد کان فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منهم احد فان عمر بن الخطاب منهم۔ صحیحین (بخاری ومسلم) میں حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تم سے پہلی امتوں میں محدثین (ملہمون یعنی جنکی طرف الہام کیا جائے) ہوا کرتے تھے۔اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔(بخاری، رقم الحدیث ۷۶۸۹۔مسلم رقم الحدیث ۲۳۹۸)

(شرح عقیدۃ الطحاویہ، ص ۷۴۔۴۷۳)

قوله ثم عثمان بن عفان ذوالنورین لا ن النبی ﷺ زوجه بنته رقیة ولما ماتت رقیة زوجه بنته ام کلثوم فلما ماتت قال النبی ﷺ لو کانت عندی ثالثة لزوجتهاله فلهذا سمی بذی النورین۔

فضائل جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ:

یعنی آپ ذوالنورین ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کو آپ کے عقد مبارک میں دیا اور جب حضرت رقیہ فوت ہوئیں تو حضور نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم کو آپ کے نکاح میں دے دیا اور جب ان کا وصال ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میرے

پاس تیسری بیٹی ہوتی تو میں اسے بھی عثمان کے نکاح میں دے دیتا اسی لئے انہیں ذوالنورین (دونوروں والے) کہتے ہیں

ومن فضائل عثمان رضی الله عنه الخاصة: کونه ختن رسول الله صلی الله علیه وسلم علی ابنتیه ۔وفی صحیح مسلم عن عائشة رضی الله عنها قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم مضطجعا فی بیته کاشفاًعن فخذیه او ساقیه ،فاستاذن ابو بکر فاذن له وهو علی تلك الحالة فتحدث ثم استاذن عمر ،فاذن له وهو علی تلك الحالة فتحدث ثم استاذن عثمان فجلس رسو ل الله صلی الله علیه وسلم وسوّی ثیابه فدخل فتحدث فلما خرج قالت عائشة دخل ابوبکر فلم تهش له ولم تباله ثم دخل عمر فلم تهش له ولم تباله ثم دخل عثمان فجلست وسویتُ ثیابك فقال "الا استحی من رجل تستحیی منه الملائکة"۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی (خصوصی) فضیلت ان کا حضور علیہ السلام کا آپ کی دو صاحبزادیوں سے داماد ہونا ہے۔صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔آپ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے اور آپ کی رانوں یا پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا ہوا تھا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اجازت طلب کی تو حضور اسی حالت پر گفتگو فرماتے رہے پھر عمر (رضی اللہ عنہ) نے اجازت طلب کی تو حضور اسی حالت پر گفتگو فرماتے رہے۔اسکے بعد عثمان رضی اللہ عنہا نے اجازت طلب کی تو حضور (ٹیک ہٹا کر) تشریف فرما ہوئے اور اپنے کپڑوں کو درست فرمایا حضرت عثمان داخل ہوئے تو حضور نے گفتگو شروع فرمائی۔جب آپ تشریف لے گئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابوبکر آئے تو آپ ٹیک ہٹا کر تشریف فرما نہ ہوئے (بلکہ پہلی حالت پر تشریف فرما رہے) پھر عمر (رضی اللہ عنہ) داخل ہوئے اور آپ اسی حالت پر تشریف فرما رہے۔جبکہ عثمان (رضی اللہ عنہ) داخل ہوئے تو آپ نے اپنے کپڑے درست فرمالئے۔تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔(مسلم، رقم الحدیث ۲۴۰۱)

ط) وفی الصحیح لما کان یوم بیعة الرضوان وان عثمان رضی الله عنه کان قد بعثه النبی الی مکة ۔وکانت بیعة الرضوان بعد ما ذهب عثمان الی مکة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم بیده الیمنیٰ "هذه ید عثمان " فضربها علی یده فقال هذه لعثمان ۔

اور صحیح (بخاری) میں ہے کہ۔ بیعت رضوان کے دن جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے مکہ کی طرف بھیجا اور بیعت رضوان آپکے بعد منعقد ہوئی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اسے دوسرے ہاتھ پر مارتے ہوئے فرمایا کہ عثمان کی طرف سے بیعت ہے۔ (بخاری، رقم الحدیث ۳۶۹۸)

(شرح عقیدۃ الطحاویہ، ص، ۴۷۸)

قوله علی بن ابی طالب۔۔۔ قال رسول الله ﷺ لعلی انت منی بمنزلة الهارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی۔

فضائل وخلافت مولائے کائنات وامام حسن رضی اللہ عنہما:

حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون علیہما السلام مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ابوالمنتہیٰ)

عن سعد بن ابی وقاص ۔۔۔قال صلی الله علیه وسلم یوم خیبر لاعطین الرایة غداً رجلاً یحب الله ورسوله ،ویحبه الله ورسوله قال فتطاولنالها فقال ادعو علیاً فاتی به ارمد فبصق فی عینیه ،ددفع الرایة الیه ففتح الله علیه ولما نزلت هذه الآیة (فقل تعالو ا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم ۔۔۔آل عمران ع۸) دعا رسول الله صلی الله علیه وسلم علیاً وفاطمة وحسناً وحسیناً فقال : اللهم هٰؤلاء اهلی (مسلم رقم الحدیث ۴۴۰۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (غزوہ) خیبر

کے دن ارشاد فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کی ہم ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے (کہ شاید یہ جھنڈا کل ہم میں سے کسی کو ملے گا) (اگلے دن) حضور نے ارشاد فرمایا کہ علی کو بلاؤ آپ کو لایا گیا تو آپ آشوب چشم میں مبتلا تھے، حضور نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن شریف لگایا اور جھنڈا آپ کو عطا فرمادیا، پس اللہ نے آپ کے ہاتھ پر (خیبر کی) فتح عطا فرمائی۔

اور جب یہ آیت (مباہلہ) نازل ہوئی کہ (آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو بلائیں، اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو بلائیں، اپنی جانوں اور تمہاری جانوں کو بلائیں) تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا اور عرض کیا کہ اے اللہ یہی میرے گھر والے ہیں۔ (شرح عقیدۃ الطحاویہ، ص ۴۸۰،۸۱)

ونثبت الخلافة بعد عثمان لعلی رضی الله عنهمالما قتل عثمان وبایع الناس علیاًصار اماما حقًاواجب الطاعة وهو الخلیفة فی زمانه خلافة النبوة کما دل علیه حدیث سفینة المقدم ذکره انه قال ـقال رسول الله صلی الله علیه وسلم خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم یوتی الله ملکه من یشاءـوکان خلافة ابی بکر الصدیق سنتین وثلاثة اشهر وخلافة عمر عشر سنین ونصفاًوخلافة عثمان اثنی عشر سنة وخلافة علی اربع سنین وتسعة اشهر وخلافة الحسن ابنه ستته اشهر ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ہم مولا علی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا تو لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی سو آپ امام برحق اور واجب الطاعت ہوئے۔ آپ اپنے زمانے میں خلافت نبوت سے خلیفہ تھے۔ جیسا کہ حضرت سفینہ کی حدیث کی رو سے گزر چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''خلافت نبوت تیس سال ہے اور اسکے بعد اللہ جسے چاہے گا اپنا ملک عطا فرمائے گا'' (اس حساب سے) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور دو سال تین ماہ تھا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ساڑھے دس سال، عثمان غنی رضی اللہ

عنہ کا عہد خلافت بارہ سال، علی رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا دور خلافت چھ ماہ تھا (یہ پورے تیس (۳۰) سال بنتے ہیں)

واول ملوك المسلمين معاوية رضى الله عنه وهو خير ملوك المسلين لكنه انما صار اماماحقاًلما فوض اليه الحسن بن على رضى الله عنهما الخلافة ـفان الحسن رضى الله عنه بايعه اهل عراق بعد موت ابيه ثم بعد ستة اشهر فوض الامر الى معاوية وظهر صدق قو ل النبى "ان ابنى هذا سيد وسيصلح الله به بين فئتين عظيمتين من المسلمين "ـ

جناب معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے پہلے عادل بادشاہ:

اور مسلمانوں میں سب سے پہلے بادشاہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ مسلمانوں کے سب سے بہتر بادشاہ تھے۔ لیکن حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے انہیں خلافت سونپ دی تو آپ امام برحق ہوئے۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد اہل عراق نے حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت کی اس کے چھ ماہ بعد آپ نے معاملہ (خلافت) حضرت معاویہ کے سپرد کر دیا۔ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قول کا صدق ظاہر ہو گیا کہ "میرا یہ بیٹا حسن سردار ہے عنقریب اسکے ذریعے اللہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا"۔ (اخرجہ البخاری، ۳۷۴۶)

(شرح عقیدۃ الطحاویہ، ص ۴۷۹)

حضور کے تمام صحابہ عادل ہیں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تقریر:

قولہ: لانذکر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا بخیر۔ صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی فرماتے ہیں۔ "اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ عادل بودند۔ اگر کے احیاناً ارتکاب معصیتے شدہ تائب ومغفور گشتہ متواترات از نصوص قرآن وحدیث بمدح صحابہ پر است ودر قرآن است کہ آنہا باہم محبت ورحمت داشتند وبر کفار غلاظ وشداد بودند۔ ہر کہ صحابہ را باہم مبغض وبے

الفت داند منکر قرآن است و ہر کہ با نہا دشمنی وغصہ داشتہ باشد در قرآن بروے اطلاق کفر آمدہ۔ حاملان وحی وراویان قرآن اند ہر کہ منکر صحابہ باشد اور ایمان بہ قرآن وغیرہ ایمانیات متواترات ممکن نیست''۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تمام صحابہ عادل تھے (کوئی فاسق نہ تھا) اگر کسی سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہوا بھی تو انہیں توبہ کے بعد بخش دیا گیا۔ قرآن وحدیث کی متواترات صحابہ کی تعریف سے پر ہیں۔ اور قرآن میں ہے کہ صحابہ باہم محبت ورحمت رکھتے تھے اور کفار پر سخت تھے۔ جو کوئی صحابہ کو آپس میں مبغض (بغض والے) اور بے الفت جانتا ہے وہ قرآن کا منکر ہے اور جو ان سے دشمنی اور غصہ رکھے قرآن نے اس پر کفر کا اطلاق کیا ہے۔ صحابہ حاملین وحی اور قرآن کو روایت کرنے والے ہیں۔ جو کوئی صحابہ کا منکر ہو اس کا قرآن اور ایمانیات متواترات پر ایمان ممکن نہیں۔

''وباجماع صحابہ ونصوص ثابت است کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ را فضل دانستہ باوے بیعت کردند بہ اشارہ ابی بکر بر خلافت عمر رضی اللہ عنہ بعد ابی بکر بنا بر افضل او اجماع آوردند وبعد عمر سہ روز صحابہ مشورہ کردند وعثمان رضی اللہ عنہ را افضل دانستہ بر خلافت اور اجماع کردند وباوے بیعت نمودند وبعد عثمان ہمہ اصحاب مہاجرین وانصار کہ در مدینہ بودند بہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ۔ کسے کہ اورا منازعت کرد مخطی است لیکن سوء ظن بہ صحابہ نباید کرد۔ ومشاجرات آنہا را بر محمل نیک فرود باید آورد۔ وباہر یک محبت وعقیدت باید داشت۔ ایں است عقاید اہل حق''۔

صحابہ کے اجماع اور نصوص (احادیث) سے ثابت ہے کہ (تمام صحابہ نے) حضرت ابوبکر کو افضل جانتے ہوئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضرت ابوبکر کے اشارہ پر حضرت عمر کی خلافت پر جناب ابوبکر کے بعد ان کی افضلیت کی بناء پر اجماع کیا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ نے تین دن مشورہ کر کے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو افضل جانتے ہوئے آپ کی خلافت پر اجماع کیا اور بیعت کی۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ میں موجود تمام صحابہ مہاجرین وانصار (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جس نے آپ سے جھگڑا کیا وہ خطا پر ہے۔ لیکن صحابہ کرام کے متعلق برا گمان نہیں کرنا چاہیئے اور ان کے باہم اختلافات کو نیکی پر محمول کرنا چاہئے۔ اور

یستحلها ولا نزیل عنه اسم الایمان ونسمیه مومناً حقیقةً ویجوز ان یکون مومناًفاسقاًغیر کافرٍ

ہم کسی مسلمان کی گناہوں میں سے کسی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے، گناہ اگر چہ کبیرہ ہی ہو جب تک وہ اسے حلال نہ جانے، ہم اس سے ایمان کا اسم زائل نہیں کرتے بلکہ اسے حقیقۃً مومن کہتے ہیں، اور یہ جائز ہے کہ مومن فاسق ہو اور کافر نہ ہو۔ (29)

والمسح علی الخفین سنةٌ والتراویح فی لیالی شهر رمضانَ سنةٌ والصلوٰة خلف کل بَرّوفاجر من المومنین جائزة ولا نقول ان المومن لا یضره الذنوب ولا نقول اِنه لا یَدخل النار ولا نقول بانّه یخلد فیها وان کان فاسقاً،بعد ان یخرج من الدنیا مومناًولا نقول اِنّ حساناتنا مقبولةٌ وسیاٰتنا مغفورةٌ کقول المُرجئة

موزوں کے اوپر مسح سنت ہے، اور شہر رمضان کی راتوں میں تراویح سنت ہے، اور مومنین میں سے ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز جائز ہے، ہمارا یہ مذہب نہیں کہ مومن کو گناہ (مطلق) نقصان نہیں دیتے، اور یہ بھی نہیں کہتے کہ مومن دوزخ میں داخل نہ ہوگا، اور یہ بھی نہیں کہتے کہ مومن ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اگر چہ وہ فاسق ہی ہو مگر دنیا سے حالت ایمان میں گیا ہو، اور ہمارا یہ بھی مذہب نہیں کہ ہماری (تمام) نیکیاں قبول اور گناہ بخشے ہوئے ہیں جیسا کہ مرجئہ (ایک گمراہ فرقہ) کا کہنا ہے۔

ولکن نقول متی عمِل حسنةً بجمیع شرائطها وخالیاً من العیوب المفسدة ولم یبطلها بالکفر والردة حتیٰ خرج من الدنیا مومناًفان الله تعالیٰ لا یضیعهابل یَقبَلها منه ویثیبه علیها وما کان من السیات دون الشرك والکفر ولم یتب عنهاصاحبها حتی مات مومناًفانه فی مشیة الله تعالیٰ ان شاء عذّبه بالنار وان شاء عفا عنه ولم یعذّبه بالنار اصلاً

بلکہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی شخص نیک عمل اس کی تمام شرائط کے ساتھ اور فاسد کر دینے والے عیوب کے بغیر کرے اور پھر اس (نیک عمل) کو کفر وارتداد کے ساتھ باطل نہ کر دے یہاں

ہر ایک سے محبت وعقیدت رکھنی چاہئے۔ یہ اہل حق کے عقائد ہیں۔

تک کہ یہ نیک عمل کرنے والا دنیا سے حالت ایمان میں جائے ،تو (اب) اللہ تعالیٰ اس عمل کو ضائع نہیں فرمائے گا بلکہ قبول فرما کر اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔ اور جو گناہ شرک اور کفر کے علاوہ ہیں، ان کے کرنے والے نے ان (گناہوں) سے توبہ نہ کی اور مر گیا، تو اب یہ اللہ کی مشیت میں ہے کہ چاہے تو اسے دوزخ کا عذاب دے اور چاہے تو اسے معاف فرما دے اور اصلاً عذاب نہ دے۔

والرياء اذا وقع فی عمل من الاعمال فانه يُبطلُ اجره وكذلك العجب

اور ریا جب اعمال میں سے کسی عمل میں واقع ہو تو وہ اس کے اجر کو ضائع کر دیتا ہے اور ایسے ہی عُجب بھی (اعمال کو ضائع کر دیتا ہے)

والآيات ثابتة للانبيآء عليهم السلام والكرامات للاولياء حقٌ واما التی تكون لاعدائه تعالیٰ مثل ابليس وفرعون والدجالِ كماروی فی الاخبار انّه كان ويكون لهم لانسميها آيات ولا كرامات ولكن نسميها قضاء حاجاتهم وذلك لان الله تعالیٰ يقضی قضاء حاجات اعدائه استدراجاًلهم وعقوبةًلهم فيغترون به

(از قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی۔ مالابد منہ۔ کتاب الایمان، ص ۹)

29- کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا کافر نہیں:

كما يكفر االخوراج من ارتكب الكبيرة : جیسا کہ خوارج کا مذہب ہے کہ وہ کبیرہ گناہ کرنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ (ابوالمنتہیٰ)

اہل سنت کا یہ مذہب نہیں بلکہ ہمارے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب فاسق ہے لیکن کافر نہیں ہاں اگر کوئی گناہ کبیرہ کو حلال جان کر اس کا مرتکب ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔

30۔

یعنی ان خوارق العادات اللتی تصدر عن الانبیاء کأحیاء الاموات وانفجار الماء من بین الاصابع وکعدم الاحراق بالنار وغیرها تسمے آیات لان الله تعالیٰ یرید بصدورها عنهم ان یکون علامةً ودلیلاً علی نبو تهم وصدقهم۔

معجزات کا بیان اوران پر ایمان کی کیفیت:

یعنی وہ خلاف عادت چیزیں جو انبیاء کرام سے ظاہر ہوں جیسے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا) مُردوں کو زندہ کرنا اور (ہمارے نبی کریم ﷺ کی) انگلیوں کے درمیان سے پانی کا نکلنا اور آگ کا (حضرت ابراہیم علیہ السلام کو) نہ جلانا یہ آیات (معجزات) ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے ان کا صدور چاہتا ہے تا کہ یہ ان کی نبوت اور صدق پر دلیل ہوں۔

قوله والکرامات الاولیاء حق ای خوارق التی تصدر عن الاولیاء تسمی کرامات لان الله تعالیٰ یرید بصدورها عنهم اکرامهم واعزاهم والولی فی اللغة القریب فاذا کان العبد قریباً من حضرة الله تعالیٰ بسبب کثرة طاعته وکثرة اخلاصه کان الرب قریباً منه برحمته وفضله واحسانه:

کرامت کا بیان:

یعنی وہ خلاف عادت امور جو اولیاء اکرام سے ظاہر ہوں ان کو کرامات کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کے اکرام اور اعزاز کی وجہ سے ان خلاف عادت امور کا ان سے اظہار چاہتا ہے۔ لغت میں ولی، قریب کو کہتے ہیں۔ جب کوئی بندہ کثرت عبادت اور کثرت اخلاص کی وجہ سے رب کے قریب ہو تو اللہ اپنے فضل احسان اور رحمت سے اس کے قریب ہوتا ہے۔

والولی هو عارف بالله تعالیٰ وصفاته حسب ما یمکن، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن المعاصی، المعرض عن الانهماك فی اللذات والشهوات، وکرامته ظهور امر خارق العادة من قبله غیر مقارن لدعویٰ النبوة، فمالایکون مقروناً

ویزدادون طغیاناًو کفراًو ذلك کله جائزٌ ممکنٌ

انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات ثابت اور اولیاء کرام کے لئے کرامات حق ہیں۔ اور وہ (خلاف عادت چیزیں) جو اللہ کے دشمنوں سے صادر ہوں جیسا کہ روایات کے اندر ابلیس اور دجال کے متعلق ذکر ہے کہ ان سے یہ (خلاف عادت چیزیں) ظاہر ہوئیں اور (مستقبل میں) ظاہر ہوں گی انہیں ہم معجزات یا کرامت کا نام نہیں دیں گے بلکہ انہیں ہم ان کے لئے قضاء حاجات کا نام دیں گے، کیونکہ اللہ اپنے دشمنوں کی حاجات کو استدراجاً (ڈھیل دیتے ہوئے) اور انہیں عذاب دیتے ہوئے پورا فرماتا ہے، پس اس سے وہ دھوکے میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی سرکشی اور کفر میں

بالایمان والعمل الصالح یکون استدراجاً، ومایکون مقروناً بدعوی النبوة یکون معجزة۔

ولی کی تعریف:

ولی وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اسکی صفات کو حسب توفیق پہچاننے والا ہو، طاعات (نیکیوں) پر مواظبت (ہمیشگی) اختیار کرنے والا، گناہوں سے دور رہنے والا لذات اور شہوات سے بچنے والا ہو اور اسکی کرامت ایسے خلاف عادت امر کا اظہار ہے جو اسکی طرف سے دعویٰ نبوت کے بغیر ہو اور جو (خلاف عادت امر) ایمان اور عمل صالح کے بغیر ہو وہ استدراج ہوگا (کرامت نہیں) اور جو دعویٰ نبوت کے ساتھ (خلاف عادت امر) ہو وہ معجزہ ہے۔ (شرح عقائد النسفی)

کرامت کے متعلق امام ابو معین نسفی اس طرح فرماتے ہیں۔

بل کل کرامت للولی تکون معجزة للرسول۔

بلکہ ولی کی ہر کرامت (دراصل) رسول کا معجزہ ہے (کیونکہ یہ شرف ولی کو رسول کی اتباع سے نصیب ہوا ہے۔) (التمہید لقواعد التوحید ۱۵۶)

استدراج، معجزہ اور کرامت میں فرق:

اضافہ ہوجاتا ہے۔اور یہ سب جائز اور ممکن ہے۔(30)

وکان اللہ خالقاًقبل ان یخلق و رازقاً قبل ان یرزق واللہ تعالیٰ یریٰ فی الآخرۃ و یرہ المومنون و ھم فی الجنۃ باعین رؤسھم بلا تشبیہ ولا کیفیۃ ولا یکون بینہ وبین خلقہ مسافۃٌ والایمان ھو الاقرار والتصدیق

اللہ رب العزت اس وقت بھی خالق تھا جب اس نے کسی کو پیدا نہ فرمایا تھا اور (کسی کو) رزق دینے سے پہلے بھی رازق تھا، قیامت میں اللہ رب العزت کا دیدار ہوگا اور مومنین اسکا دیدار سر کی آنکھوں سے کریں گے اس حال میں کہ وہ جنت میں ہوں گے، (مگر) اس (دیدار) کی نہ کوئی تشبیہ ہے اور نہ کیفیت، اللہ اور اسکی مخلوق کے مابین مسافت (فاصلہ) نہیں ہے، ایمان زبان سے

اور جو خلاف عادت چیزیں کفار یا فساق سے ظہور پذیر ہوں وہ نہ تو معجزہ ہیں اور نہ کرامات بلکہ وہ استدراج ہیں اور ان (خدا کے دشمنوں) کی قضائے حاجات، کیونکہ اللہ اپنے دشمنوں کی حاجات کو بھی پورا فرماتا ہے۔(محشی غفرلہ)

31۔ **کرر الامام الاعظم ھذا الکلام للتاکید ای کان اللہ تعالیٰ خالقاً قبل وجود المخلوقات ورازقاً قبل وجود المرزوقات و قادراً قبل وجود المقدورات وقاھراً قبل وجود المقھورات و راحماً قبل وجود المرحومات و معبوداً قبل وجود العابدین و مجیباً قبل وجود دعوات السائلین و غنیاً قبل وجود السٰموت والارضین و مالکاً قبل وجود المملوکات والمملوکین و باقیاً بعد فناء الخلق اجمعین۔**

اللہ کی تمام صفات قدیم ہیں:

حضرت امام اعظم نے یہ کلام تاکید کے لیے دوبارہ ذکر فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ مخلوقات کے ہونے سے قبل خالق ہے مرزوقات (جن کو رزق دیا جائے) سے پہلے رازق ہے، مقدورات (جن پر تصرف کیا جائے) کے ہونے سے پہلے قادر ہے، مقہورات (جن پر قہر کیا جائے) کے موجود ہونے سے

اقرار اور دل سے تصدیق کا نام ہے۔(31)

وایمان اھل السماء والارض لا یزید ولا ینقص من جھۃ المومن بہ ویزیدوینقص من جھۃالیقین والتصدیق والمومنون مستوٗن فی الایمان والتوحید متفاضلون فی الاعمال ،والاسلام ھو التسلیم والانقیاد لاوامر اللہ تعالیٰ، فمن طریق اللغۃ فرق بین الایمان والاسلام ولکن لا یکون الایمان بلا اسلام ولایوجد الاسلام بلا ایمان و ھما کالظھر مع البطن والدین اسمٌ واقعٌ علی الایمان والاسلام والشرائع کلھا ۔

آسمان اور زمین والوں کا ایمان مومن بہ کی جہت سے بڑھتا اور کم نہیں ہوتا لیکن یقین اور تصدیق کے اعتبار سے بڑھتا اور کم ہوتا ہے۔ مومنین ایمان اور توحید میں برابر لیکن اعمال میں متفاوت ہیں۔ اسلام، تسلیم اور اللہ کے اوامر کی بجا آوری کا نام ہے۔ لغوی اعتبار سے ایمان اور اسلام میں فرق ہے لیکن ایمان، اسلام کے بغیر اور اسلام ایمان کے بغیر نہیں پایا جاسکتا کیونکہ یہ دونوں پیٹ اور پشت کی طرح ہیں۔ دین، ایمان اور اسلام اور تمام شرائع پر بولا جانے والا اسم ہے۔

نعرف اللہ تعالیٰ حق معرفتہ کما وصف اللہ تعالی نفسہ فی کتابہ بجمیع صفاتہ

پہلے قاہر ہے مرحومات (جن پر رحم کیا جائے) کے وجود سے قبل رحم فرمانے والا ہے کسی عبادت کرنے والے کے وجود سے قبل معبود ہے، دعا کرنے والوں کے پیدا ہونے سے قبل دعاؤں کو قبول کرنے کی صفت سے متصف ہے، آسمانوں اور زمینوں کے ہونے سے غنی ہے مملوکات (جن پر دعویٰ ملکیت ہو) کے ہونے سے قبل مالک ہے اور تمام مخلوقات کی فنا کے بعد باقی ہے (ابوالمنتہی)

دیدار باری تعالیٰ:

قولہ یری فی الآخرہ ۔یعنی رویت باری تعالیٰ سر کی آنکھوں کے ساتھ دنیا کے اندر محال ہے۔ دیدار باری تعالیٰ سر کی آنکھوں سے (بلا تشبیہ و بلا کیف) قیامت کے ساتھ خاص ہے اور یہ نعمت

ولیس یقدر احدٌان یعبد اللہ حق عبادته کما هو اهل له ولکنّه یعبده بامره کما امره بکتابه وسنّةِرسولهِ ویستوی المومنون کلهم فی المعرفةوالیقین والتوکل والمحبة والرضاء والخوف والرجاء والایمان فی ذلك ویتفاوتون فیما دون الایمان فی ذلك کُلِّهِ

ہم اللہ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اسے پہچاننے کا حق ہے جیسا کی اس نے اپنی کتاب میں اپنی توصیف فرمائی، اور کوئی اس کی عبادت کا حق ادا نہیں کرسکتا جسکا (اللہ) مستحق ہے، بلکہ وہ ایسے عبادت کرتا ہے جیسا کہ اللہ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کی سنت کے ذریعے امر فرمایا۔ تمام مومنین وجوب معرفت باری تعالیٰ ویقین ومحبت ورضا وخوف ورجا میں برابر ہیں اور ان کی اصل پر ایمان میں بھی برابر ہیں۔ اور نفس ایمان کے علاوہ ان تمام میں متفاوت ہیں۔ (32)

واللہ تعالیٰ متفضلٌ علی عباده عادلٌقد یعطی من الثواب اضعافَ مایستوجبه العبدُ تفضلاًمنه تعالیٰ وقد یعاقِبه علی الذنب عدلاًمنه تعالیٰ وقد یعفو فضلاً منه

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل فرمانے والا اور عادل ہے کبھی تو اپنے بندے کو (نیکی کے بدلے) دگنا ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ اس کا فضل ہے اور کبھی ایک گناہ پر اسے عذاب دیتا ہے تو یہ اس کا عدل ہے (ظلم نہیں) اور کبھی بندے کے گناہ پر اپنے فضل سے اس سے درگزر (بھی) فرماتا ہے۔ (33)

عظمیٰ صرف مومنین سے مختص ہے کفار ومشرکین قیامت میں بھی اس سے محروم ہیں (محشی غفرلہ)

32- اللہ کی معرفت اور عبادت:

اللہ رب العزت کی معرفت کما حقہ اسکی صفات کے اعتبار سے ہے ذات کے اعتبار سے نہیں کیونکہ اس نے کلام مجید کے اندر جابجا اپنی صفات مختلفہ کا ذکر فرمایا اسی ذکر کی وجہ سے ہم باری تعالیٰ کی صفات کی معرفت رکھتے ہیں مگر اس کی ذات کی اس درجہ کی معرفت ہمیں حاصل نہیں۔ اسی لئے حضور علیہ

وشفاعة الانبياء عليهم السلام حقٌ وشفاعة النبی عليه الصلوٰة والسلام للمومنين المذنبين ولاهل الكبائر منهم المستوجبين العقاب حقٌ ثابتٌ ووزن الاعمال بالميزان يوم القيٰمة حقٌ و حوض النبی عليه الصلوٰة والسلام حقٌ والقصاص فيما بين الخصوم بالحسنات يوم القيٰمة حقٌ وان لم تكن لهم الحسنات فطرح السيّئات عليهم حق جائزٌ

تمام انبیاء علیہم السلام کا شفاعت فرمانا حق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہگار مومنین اور ان میں سے کبیرہ گناہ کرنے والے (خصوصاً) جو عذاب کے مستحق ہوں گے کی شفاعت فرمانا حق اور ثابت ہے اور قیامت کے دن میزان میں اعمال کا وزن حق ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض (کوثر) حق ہے، قیامت کے دن دو جھگڑا کرنے والوں کا نیکیوں کے بدلے قصاص حق ہے اور اگر ایک کی نیکیاں نہ ہوں تو دوسرے کے گناہ اس (ظالم) پر ڈالنا حق اور جائز ہے۔ (34)

والجنة والنار مخلوقتان اليوم لا تفنيان ابداًولا يموت الحور العين ابداًولا يفنى عقاب الله تعالىٰ ولا ثوابه سرمداً

الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ "ماعرفناک حق معرفتک" یعنی اے اللہ ہم تجھے (بحسب ذات) ایسے نہیں پہچانتے جیسے تیری پہچان کا حق ہے۔ اور رہی اسکی عبادت تو اس کی عبادت کا حق کوئی بھی ادا نہیں کرسکتا اسی لئے امام العابدین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ماعبدناك حق عبادتك"

33- اللہ کا فضل اور عدل: یعنی اگر اللہ رب العزت کسی کی ایک نیکی پر اس کو دس گنا یا دس گنا یا ستر گنا یا اس سے بھی زائد ثواب عطا کرے تو یہ اسکی ناانصافی نہیں بلکہ فضل ہے اور اگر ایک گناہ پر گرفت فرمائے تو یہ اسکی طرف سے ظلم نہیں بلکہ یہ اسکا عدل ہے۔ یعنی ذات باری تعالیٰ ہر قسم کے ظلم وتحدی اور بری صفات سے منزہ ومبرہ ہے (محشی غفرلہ) 34- (الشفاعة) حق ثابت بالكتاب و السنة و اجماع الامة قال الله تعالىٰ من ذالذى يشفع عنده الا باذنه و هو اشارة الى

جنت و دوزخ آج (بھی) مخلوق ہیں، اور حور عین کو کبھی موت نہ آئیگی اور اللہ کا عقاب (بعد از قیامت) فنا ہوگا اور نہ ہی ثواب۔

واللہ تعالیٰ یھدی من یشاء فضلاً منہ تعالیٰ ویضل من یشاء عدلاً منہ تعالیٰ واضلالہ خذلانہ وتفسیر الخذلان اَن لا یوفق العبد علی ما یرضاہ عنہ و ھو عدل منہ و کذا عقوبۃ المخذول علی المعصیۃ عدل لا ظلم منہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے یہ اس کا فضل ہے اور جسے چاہے گمراہ کرے یہ اس کا عدل ہے اور اس کا (کسی کو) گمراہ کرنا اس کی گرفت (کی وجہ سے) ہے اور گرفت کی تفسیر (یہ ہے کہ) اللہ کسی کو ان کاموں کی توفیق نہیں دیتا جن سے وہ خوش ہو اور یہ اس کا عدل ہے اسی طرح گناہ پر گرفت شدہ بندے کو عذاب دینا اس کا عدل ہے ظلم نہیں،

ولا یجوز ان نقولَ اِن الشیطان یسلب الایمان من العبد المومن قھراً وجبراً ولکن نقول العبدُ یدع الایمان فحینئذٍ یسلب منہ الشیطانُ

یہ جائز نہیں کہ ہم کہیں کہ شیطان بندہ مومن سے قہر اور جبر سے ایمان سلب کر لیتا ہے بلکہ ہم یہ کہیں

شفاعۃ من اذن لھا بھا وقال علیہ السلام شفاعتی لا ھل کبائر من امتی من کذب بھالم ینلھا و قال علیہ السلام یشفع امتی ای لاجل امتی یوم القیمۃ ثلاثۃ الانبیاء علیھم السلام ثم العلماء ثم الشھداء

شفاعت کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ:

شفاعت کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت اور حق ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کون ہے جو اس کے نزدیک اس کے اذن کے بغیر شفاعت کرے جسکو شفاعت کی اجازت ہوگی یہ اسکی شفاعت کی طرف اشارہ ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے (خاص) ہے اور جو اس کا انکار کرے یہ اس کے لئے نہیں اور فرمایا میری امت کی وجہ سے تین لوگ قیامت کے دن شفاعت کریں گے (1) انبیاء علیھم السلام (2) پھر علماء

گے کہ بندہ خود ایمان کو چھوڑتا ہے پھر اس وقت شیطان اس سے ایمان سلب کر لیتا ہے۔

وسوال منکر ونکیر حق کائن فی القبر واعادۃ الروح الی الجسد فی قبرہ حقٌ وضغطۃ القبر وعذابہ حقٌ کائنٌ للکفار کلھم ولبعض العصاۃ المومنین

منکر ونکیر کے سوال (قبر میں) حق ہیں اور قبر کے اندر روح کا بندے کی طرف لوٹایا جانا حق ہے۔ قبر کی تنگی اور اس کا عذاب بعض گناہ گار مومنین کے لئے اور تمام کفار کے لئے حق اور ہونے والا ہے۔

وکل شئی ذکرہ العلماء بالفارسیۃ من صفات اللہ عزاسمہ فجائز القول بہ سوی الید بالفارسیۃویجوز ان یقال بروی خدای عز وجل بلا تشبیہٍ ولا کیفیۃٍ

اللہ عزوجل کی وہ تمام صفات جن کو علما نے فارسی میں ذکر کیا ہے جائز ہے سوائے (صفت) ید کے اور یہ کہنا جائز ہے کہ ''روئے خدا'' (مگر) بلا تشبیہ اور بلا کیفیت (کی قید کے ساتھ) (35)

ولیس قرب اللہ تعالیٰ ولا بعدہ من طریق طول المسافۃ وقصرھاولکن علی

(3) اسکے بعد شہداء۔

(35) صفات متشابہات کی تاویل کے متعلق عقیدہ اہل سنت:

یہاں بالعموم اللہ رب العزت کی صفات متشابہات کا ذکر ہے اور متشابہات میں سے بالخصوص اللہ رب العزت کی صفت ید کا ذکر ہے عربی میں ید ہاتھ کو کہتے ہیں مگر امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق دیگر متشابہات صفات کی کسی دوسری زبان میں تعبیر جائز ہے مگر صفت ید کی تعبیر جائز نہیں یعنی اس کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کرنا جائز نہیں۔

آیات متشابہات، محکمات کے برعکس ہیں یعنی آیات محکمات میں مراد واضح ہوتی ہے جبکہ متشابہات میں مراد واضح نہیں ہوتی جیسے ''واقیموا الصلوٰۃ'' اور نماز قائم کرو، ایسی دوسری آیات محکمات ہیں اور ان سے متکلم کی مراد بالکل واضح ہے لیکن جہاں مراد واضح نہیں جیسے ''الرحمن علی العرش استویٰ'' اور ''اینماتولو فثم وجہ اللہ'' اور ''یداللہ فوق ایدیھم'' یہ متشابہات ہیں یعنی اگر ہم

ان آیات کی تاویل کریں تو کسی نہ کسی طور اللہ رب العزت کے لئے جسم ثابت ہوگا اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے کیونکہ جسم محل حوادث ہے اور محل حوادث خود حادث ہوتا ہے اور جو حادث ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

بہر کیف! متشابہات کی تاویل تمام متکلمین کے نزدیک جائز نہیں اس ضمن میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا قول پہلے گزر چکا ''الیدو النفس و الوجه فهی له صفات بلا کیف.....الی قوله روی عن احمد بن حنبل ان الکیفیة مجهولة و البحث عنها بدعة ''یعنی ید، نفس اور وجہ اللہ کی بلا کیف صفات ہیں الی قولہ، اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان صفات کی کیفیت مجہول ہے اور ان کے متعلق بحث بدعت ہے (ابوالمنتہی)

صفات متشابہات کے متعلق امام سالمی کی تقریر:

امام ابوشکور سالمی تمہید میں صفات متشابہات اور بالخصوص صفت ید کے متعلق فرماتے ہیں۔

قال اهل السنة الایمان بالمتشابه واجب ولا یجوز التفسیر ولا یجب التاویل ولا یقال بان الله تعالیٰ موصوف بهذه الصفة بل نقول ان هذا کلام الله تعالیٰ و نحن نومن بما انزل الله علیٰ ماراد الله بهذا کماروی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال ان لله یدین کلتا هما یمینان والله تعالیٰ یقول بل یداه مبسوطتان وقوله تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی و کل ذلك من الاخبار والآیات المتشابهات فالایمان بها واجب بان هذا کلام الله و کلام رسوله ولا یجب التاویل و قالت المعتزلة والجهیمیة ان التاویل به واجب وقالوا المراد من الید القوة والنعمة وهذا لا یستقیم لان الله تعالیٰ قال لما خلقت بیدی استکبرت فلو کان الید قوة لکان ابلیس یقول انا مخلوق بقوتك و بنعمتك فثبت ان المرادمن الیدلیس بقوة۔

اہل سنت و جماعت نے فرمایا کے متشابہ پر ایمان واجب ہے اسکی تفسیر جائز نہیں اور تاویل واجب نہیں اور یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان صفات (متشابہات مثلاً ہاتھ، چہرہ، پاؤں وغیرہ) سے موصوف ہے بلکہ ہم (اہل السنۃ) کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جس کا اللہ

تعالیٰ نے (ان صفات کے ذکر سے) ارادہ فرمایا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کے دو ید ہیں اور دونوں دائیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ اس کے دونوں ید کشادہ ہیں نیز فرمایا کہ اللہ رب العزت عرش پر استویٰ فرمائے ہوئے ہے۔ اور یہ تمام احادیث اور آیات متشابہات ہیں ان پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا کلام ہے مگر ان کی تاویل واجب نہیں معتزلہ اور جہمیہ (گمراہ فرقوں) نے کہا کہ ان کی تاویل واجب ہے اور کہا کہ ید سے مراد اللہ کی قوۃ (قدرت) اور نعمت ہے یہ درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "بلکہ اسکے دونوں ید کشادہ ہیں" اس پر (ید کی تاویل قوۃ سے کرتے ہوئے) یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ کی دو قوتیں (قدرتیں) ہیں اور ارشاد باری تعالیٰ ہے جسے میں نے اپنے یَد سے پیدا کیا، کیا تو متکبر ہو گیا (ص۔۷۵) اگر ید سے مراد قوت ہو تو ابلیس کہے گا کہ میں تو تیری قوت و نعمت سے پیدا شدہ (مخلوق) ہوں۔

تو ثابت ہوا کہ یَد سے مراد قدرت لینے سے صفت ید باطل ہوگی اور اللہ کی کسی صفت کو باطل کرنا جائز نہیں کما مر۔

پھر فرماتے ہیں۔

ولان التاویل لو کان واجباً لکان یجب اولا علی النبی لانه بعث مبیناً واذالم یبین و لم یتاول کان غیر واجب ولان التاویل اقوی واوضح من التفسیر لان التاویل مایول الیه المراد ولو کان التاویل واجباً مشروعاً لکان ینقل الینا کما نقل القرآن والتفسیر والقراءة فلما لم یصح من الصحابة والتابعین ولم یولوا فیها ولان التاویل غیر واجب

کہ اگر تاویل واجب ہوتی تو سب سے پہلے نبی ﷺ پر واجب ہوتی کیونکہ آپ کو مبین (واضح فرمانے والے) بنا کر بھیجا گیا اور جب آپ نے ہی (ان صفات متشابہات) کی وضاحت نہ فرمائی اور نہ تاویل فرمائی تو پتہ چلا کہ تاویل واجب نہیں اس لئے کہ تاویل تفسیر سے اقویٰ و واضح ہے کیونکہ تاویل وہ ہے جو مراد کی طرف لوٹتی ہے اگر تاویل واجب و مشروع ہوتی تو وہ تاویل ہماری طرف

منقول ہوتی جیسے قرآن، تفسیر اور قرات ہماری طرف نقل ہوئی ہیں اور جب صحابہ و تابعین سے تاویل منقول نہیں تو پتہ چلا کہ تاویل واجب نہیں۔

وعن سفیان الثوری عن ابن عباس رضی الله عنها انه قال علم القرآن علی اربعة اوجه علم لایسع الجهل فیه و هو علم الحلال و الحرام و علم یعلم العرب وهوعلم الاسماء و علم التفسیر و هو علم القصص والنزول و الشان و علم لایعلمه الا الله و ذلك قوله تعالیٰ و مایعلم تاویله الا الله وقال مشائخ سمر قند المتشابه ما اشتبه علینا معناه فنومن و نقربان هذا کلام الله تعالیٰ و خبررسوله و قد آمنا لکلام الله تعالیٰ و بکلام رسوله علی ما اراد الله و رسوله۔

حضرت سفیان ثوری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ علم قرآن چار قسم پر ہے (1) وہ علم جس سے جاہل نہیں رہا جاسکتا (2) دوسرا وہ علم جس کو عرب جانتے ہیں وہ علم الاسماء، علم تفسیر اور علم قصص، نزول اور شان نزول ہے۔ (3) ایک علم وہ ہے جسکو اللہ ہی جانتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "ومایعلم تاویله الا الله" اور اسکی تاویل اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

فانقیل هل یجوز فی الحکمة ان یرسل رسولاً و ینزل علیه کتاباً و احکاماً ثم یستر علیه بعض ما انزل علیه قلنا من مقتضے الحکمة هذا کیلا یقف احد علی علم الله تعالیٰ علی سبیل التمام والدلیل علیه ماروی فی الاحادیث ان الله تعالیٰ امر بالقلم ان یکتب فی اللوح فلان سعید ان شئت انما اراد بذلك ان لایعلم اللوح والقلم والملٰئکة الذین ینظرون فی اللوح جمیع علم الله تعالیٰ فیکون ذلك سر الله تعالیٰ فلما جاز هذا فی اللوح فانه یجوزفی سائر الکتب بعد ان لایستر علی احد من علمه لما یحتاج الخلق الیه فامالا تکون الیه حاجة فانه یجوزان تکون سر الله ۔۔۔الخ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا از روئے حکمت یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی رسول کو بھیجے اور اس

معنی الکرامۃ والھوان والمطیع قریب منہ بلا کیف والعاصی بعید منہ تعالیٰ بلا کیفٍ والقرب والبعد والاقبال یقع علی المناجی و کذلک جوارہ فی الجنۃ والوقوف بین یدیہ بلا کیفیۃٍ

اللہ کا قرب اور دوری فاصلے کے کم یا زیادہ ہونے کے طریقے سے نہیں بلکہ کرامت (بزرگی) اور ہوان (گناہوں سے ہلکا ہونے) کے اعتبار سے ہے، پس مطیع (فرمانبردار) اللہ کے بلا کیف قریب ہے اور گناہگار اس سے بلا کیف دور ہے۔ قرب و بعد و اقبال مناجات پر واقع ہوتے ہیں اسی طرح جنت میں اللہ کا پڑوس اور اس کے سامنے کھڑا ہونا (بلا کیف ہے)

والقرآن منزل علی رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وھو فی المصاحف مکتوب وآیات القرآن فی معنی الکلام کلھا مستویۃ فی الفضیلۃ و العظمۃ الاان لبعضھا فضیلۃ الذکر وفضیلۃ المذکور مثل الآیۃ الکرسی لان المذکور فیھا جلال اللہ تعالیٰ وعظمتہ وصفاتہ فاجتمعت فیھا فضیلتان فضیلۃ الذکر وفضیلۃ المذکور ولبعضھا فضیلۃ الذکر فحسب مثل قصۃ الکفار ولیس للمذکور فیھا فضل وھم الکفار و کذلک الاسماء والصفات کلھا مستویۃ فی العظم والفضل لاتفاوتَ بینھما

قرآن جو کہ اللہ کا کلام ہے اور مصاحف میں مکتوب ہے، اسکی آیات معنیٔ کلام میں اپنی فضیلت

پر ایک کتاب اور احکام نازل فرمائے پھر اس نازل شدہ کتاب میں سے بعض حصے کو مخفی رکھے۔

جواب:۔ یہ ہے کہ بمقتضائے حکمت یہ جائز ہے تا کہ کوئی مکمل طور پر علم الٰہی سے واقف نہ ہو سکے اور اسکی دلیل یہ ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو لوح محفوظ میں (اس طرح) لکھنے کا حکم فرمایا کہ فلان اگر میں چاہوں تو سعید ہے اس سے مراد یہ ہے کہ لوح و قلم اور وہ فرشتے جو لوح کو دیکھ رہے ہیں تمام علم الٰہی سے واقف نہ ہو سکیں پس یہ اللہ کا راز ہے اور یہ (راز) جب لوح محفوظ میں جائز ہے تو تمام کتب (سماویہ) میں بھی جائز ہے اور جو احکام اور چیزیں جنکی مخلوق کو حاجت ہے وہ تو واضح

اور عظمت میں برابر ہیں لیکن بعض آیات کو فضیلت ذکر کے ساتھ ساتھ فضیلت مذکور بھی حاصل ہے جیسا کہ آیۃ الکرسی کہ اس میں اللہ کا جلال، اسکی عظمت اور صفات مذکور ہیں پس اسمیں دو فضیلتیں جمع ہوگئیں، فضیلت ذکر اور فضیلت مذکور۔ اور بعض آیات کو صرف فضیلت ذکر ہی حاصل ہے جیسا کہ قصہ کفار کہ اس میں مذکور کو کوئی فضیلت حاصل نہیں کیونکہ وہ تو کفار ہیں، اور اسی طرح اسماؤ صفات تمام کے تمام عظمت اور فضیلت میں برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔

وولدا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما ماتا على الكفر وابا طالب عمه عليه السلام مات كافراً

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کفر پر فوت نہیں ہوئے، اور آپ کے چچا ابو طالب

کردی جائیں اور جس چیز کی مخلوق محتاج نہیں تو جائز ہے کہ وہ اللہ کا راز ہو۔

(امام ابوشکور السالمی بن محمد بن محمد سعید بن شعیب الکبشی، التمہید فی بیان التوحید 66-62 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ پشاور)

علامہ علی قاری اس ضمن میں اس طرح فرماتے ہیں۔

فانه لايجوز تعبير ها بالفارسية.....الى قوله، ثم رايت السلف اجمعوا على عدم تاويل اليد وتبعهم الاشعرى فى ذلك بخلاف سائر الصفات فان فيها خلافاً عنهم بين التاويل و التفويض۔

یعنی یَد کی تعبیر فارسی (عربی کے علاوہ کسی بھی دوسری زبان) میں جائز نہیں ہے۔ الی قولہ۔ اور میں نے دیکھا کہ سلف کا یَد کی عدم تاویل پر اجماع ہے اور امام ابوالحسن اشعری نے بھی اسکی پیروی کی، بخلاف دوسری تمام صفات کے ان صفات میں ان (اشاعرہ) اور دیگر اسلاف کے مابین تاویل اور تفویض میں اختلاف ہے۔ (علامہ علی قاری، شرح فقہ اکبر 176۔ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ (مسئلہ) ''خدارا جسم گفتن و دست و پا گفتن و رُو گفتن کفر است''۔ یعنی اللہ کے لئے جسم ثابت کرنا اور اس کے لئے ہاتھ پیر اور چہرے کا اطلاق کرنا کفر

کفر پر فوت ہوئے۔ (36)

وقاسمٌ وطاهر و ابراهيم كانو بنى رسول الله عليه الصلوٰة والسلام وفاطمة

ہے۔(مالا بدمنہ، باب کلمات الکفر، ص ۱۱۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی صفت یَد کے علاوہ تمام صفات کی تاویل وتعبیر جائز ہے مگر صفت ید کی تاویل وتعبیر قطعاً ممنوع ہے اور ثانیاً یَد سے مراد قدرت یا نعمت لینا اہل سنت نہیں بلکہ معتزلہ اور جہمیہ گمراہ فرقوں کا مذہب ہے۔ ثالثاً جب کسی بھی صفت متشابہ کا ذکر ہو تو ساتھ بلاتشبیہ اور بلا کیف کا ذکر ضروری ہے تا کہ سننے والا اللہ کی جسمیت کا اعتقاد نہ کرے۔

36- اى ما تاعلى الايمان قال فى سبل السلام فى الباب السادس ان الله تعالىٰ احى الوالدين الكريمين حتى آمنا بالنبى صلے الله عليه وسلم ثم اعيدا بمقتضى الحكمة على اسلوب بديع۔ الى قوله ،ورواه جمع عظيم من ثقات الحفاظ وا ئمة الحديث فمنهم الحافظ بن شاهين و الحظ الخطيب البغدادى وابن عساكرو السهيلى و القرطبى و المحب الطبرى وابن سيد الناس و الحافظ بن الناصر الدمشقى و الحافظ ابن حجر و الحافظ اليسوطى والصلاح الصغدى وابن المنير بالتكبير و نقله عن هولا الائمة جماهير العلماء الاعلام مستدلين بماروى عن عائشة رضى الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سأل ربه ان يحىٰ ابويه فاحيا هما له فآمنا به ثم اماتهما رواه الحافظ ابن الشاهين فى الناسخ و المنسوخ و قال الحافظ ابن الشاهين هذا الحديث ناسخ لماذكر من الاخبار وذكر فى سبل النجاة هؤلآ الائمة جعلوا هذا الحديث ناسخاً يخالفه انتهى وان اردت التفصيل فى ايمان والدى النبى ﷺ فانظر الى الكتب فى هذا المبحث مثل سبل السلام فى حكم آباء سيد الانام لمحمد بن عمر البانى المدنى الحنفى والفرح والسرور لسا جاقلى زاده وتاديب المتمر دين لعبد الاحد أفندى ورسائل السيوطى (۱) مسالك الحنفاء فى والدى المصطفى ﷺ (۲)الدرالمنيفة فى الآ باء الشريفة (۳) المقامة السندية فى

ورقية وزينب و ام كلثومٍ رضى الله تعالىٰ عنهنّ كنَّ جميعاً بناتِ رسول الله عليه الصلوٰة والسلام

النسبة المصطفوية (۴) التعظيم والمنة فى أن أبوى الرسول فى الجنة (۵)نشر العلمين المنيفين فى احياء الابوين الشريفين (۶) السبل الجلية فى الآباء العلية۔

ایمان والدین کریمین: یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین کریمین ایمان پر فوت ہوئے (امام محمد بن عمر البانی المدنی الحنفی نے) سبل السلام کے چھٹے باب میں میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا حتی کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے پھر انہیں دوبارہ بمقتضی حکمت پہلی حالت کی طرف لوٹا دیا گیا۔ (الی قولہ)

اس حدیث کو کثیر ثقات، حفاظ حدیث اور ائمہ حدیث نے نقل فرمایا جن میں حافظ ابن الشاہین، خطیب بغدادی، ابن عساکر، امام سہیلی، امام قرطبی، امام طبری، ابن سید الناس، حافظ بن ناصر دمشقی، حافظ ابن حجر، حافظ سیوطی، صلاح الصغدی اور ابن منیر شامل ہیں اور اس حدیث کو ان جماہیر ائمہ نے یہ استدلال کرتے ہوئے نقل کیا ہے، جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ آپ کے والدین کو زندہ کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے والدین کو زندہ کیا وہ حضور ﷺ پر ایمان لائے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو پہلی حالت کی طرف لوٹا دیا۔ اس حدیث کو حافظ سہیلی نے اپنی کتاب الروض میں، خطیب نے السابق واللاحق میں اور حافظ ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں ذکر فرمایا اور حافظ ابن شاہین نے کہا کہ یہ حدیث ان اخبار کی ناسخ ہے جن میں حضور کے والدین کے ایمان کی نفی ہے اور صاحب سبل النجاۃ نے بھی یہی قول اختیار فرمایا، اگر آپ اس ضمن میں تفصیل کے طلبگار ہیں تو ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔ سبل السلام فی حکم آباء سید الانام جس کے مصنف امام محمد بن عمر البانی المدنی الحنفی ہیں اور ساجاقلی زادہ کی تالیف الفرح والسرور اور امام عبدالاحد افندی کی تالیف تادیب المتمردین اور امام جلال الدین سیوطی کے درج ذیل رسائل ہیں۔ (۱) مسالك الحنفاء فى والدى المصطفىٰ ﷺ (۲) الدر المنيفة فى الآباء الشريفة (۳)

قاسم، طاہر اور ابراہیم رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ہیں اور فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہن یہ تمام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیاں ہیں۔(37)

واذا اشكل على الانسان شئٌ من دقائق علم التوحيد فانه ينبغى له ان يعتقد فى

المقامة السند سية فى النسبة المصطفوية (۴) التعظيم والمنة فى أن ابوى الرسول ﷺ فى الجنة (۵) نشر العلمين المنيفين فى احياء الا بوين الشريفين (۶) السبل الجلية فى الآباء العلية۔ (از حاشیہ ابوالمنتہی مطبوعہ استنبول، ترکی)

37- هذا رد على من قال اولاد رسول الله اكثر اواقل من المذكورين

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پاک:

یہ اس شخص کا رد ہے جو حضور ﷺ کی اولاد امجاد کو اس سے کم یا زیادہ بیان کرتا ہے جس کا ذکر کیا گیا۔(ابوالمنتہی)

أى ابنائه، اما القاسم اول ولد له عليه الصلوٰة والسلام قبل النبوة وبه كان يكنى وعاش حتى مشى، وقيل عاش سنتين، وقيل بلغ ركوب الدابة والاصح انه عاش سبعة عشر شهراً ومات قبل البعثة۔ (قاسم، طاہر، ابراہیم رضی اللہ عنہم) حضور ﷺ کے صاحبزادے ہیں۔ قاسم حضور ﷺ کے سب سے پہلے صاحبزادے ہیں۔ اعلان نبوت سے قبل پیدا ہوئے زندہ رہے حتی کہ چلنے کی عمر کو پہنچے اور کہا گیا کہ دو سال زندہ رہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ دابہ (چوپائے) پر سوار ہونے کی عمر کو پہنچے اور صحیح ترین یہ ہے کہ سترہ ماہ کی عمر تک زندہ رہے اور حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل وصال ہوا۔

واما الطاهر فقال الزبير بن بكار كان له عليه الصلوٰة والسلام سوى القاسم وابراهيم عبدالله مات صغيراً بمكة، ويقال له الطيب والطاهر ثلاثة اسماء وهو قول اكثر اهل النسب۔

اور طاہر (حضور ﷺ کے دوسرے فرزند) کے بارے میں زبیر بن بکار نے کہا کہ قاسم اور

ابراہیم کے علاوہ حضور کے ایک فرزند عبداللہ ہیں جو بچپن میں ہی مکہ میں فوت ہوئے ان کے تین نام ہیں عبداللہ، طیب، طاہر جیسا کہ اکثر اہل نسب کا قول ہے۔

واما ابراهيم ولد من الجارية القبطية وقد قال عليه السلام بعد موته "القلب يحزن والعين تدمع ولا نقول مايسخط الرب وانا على فراقك يا ابراهيم لمحزونون" (رواه البخاری)

ابراہیم (حضور ﷺ کے تیسرے صاحبزادے) ام المومنین حضرت قبطیہ رضی اللہ عنہا سے تولد ہوئے حضور ﷺ نے ان کے وصال پر فرمایا "دل غمگین ہے آنکھ روتی ہے اور ہم ایسی بات نہیں کہتے جس سے رب ناراض ہو اور ہم اے ابراہیم آپ کے فراق سے مغموم ہیں۔" (دو ماہ دس دن کی عمر میں ان کا وصال ہوا)

قوله فاطمة ورقيه وزينب وام كلثوم كن جميعاً بنات رسول الله ﷺ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی پاک ﷺ کی عمر مبارک کے بتیسویں سال پیدا ہوئیں انہوں نے اسلام کو پایا اور اپنے شوہر اور خالہ کے بیٹے ابوالعاص کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی فرمائی۔ ان سے ان کے ایک فرزند علی پیدا ہوئے جو بچپن میں ہی فوت ہوئے اور یہ (علی) فتح مکہ کے دن حضور کی ناقہ پر آپ ﷺ کے ردیف تھے۔

حضرت زینب سے ان کی ایک صاحبزادی امامہ بھی تولد ہوئیں جن کو حضور ﷺ نے فجر کی نماز میں اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا جب حضور ﷺ رکوع فرماتے تو انہیں رکھ دیتے اور جب سجدے سے سر مبارک اٹھاتے تو پھر اپنے کندھوں پر سوار فرما لیتے۔ (بخاری ۵۱۶، مسلم ۵۴۳ الدارمی ۱/۳۱۶)۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی نے ان سے نکاح فرمایا۔

حضرت فاطمۃ الزہراء البتول جب پیدا ہوئیں اس وقت نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک اکتالیس برس تھی۔

ایک مرفوع روایت کے مطابق ان کا نام فاطمہ (بچانے والی) اس لئے رکھا گیا کہ اللہ رب

فی الحال ما هو الصواب عند الله تعالیٰ الی ان یجد عالماًفیسئله ولا یسَعه

العزت انہیں اوران کی ذریت کوقیامت کے دن دوزخ کی آگ سے محفوظ فرمائے گا۔اسے حافظ دمشقی نے روایت کیااورامام نسائی سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا کا نام نامی فاطمہ اس لئے رکھا گیا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں اوران کے محبین کودوزخ سے محفوظ رکھے گا۔

ان کا ایک نام بتول (علیحدہ ہونے والی) بھی ہے اس کی وجہ اپنے زمانے کی عورتوں سے فضیلت، دین حسب اورنسب کی وجہ سے ممتاز ہونے کی بناء پراور بتول ان کا نام ہونے کی ایک وجہ ان کا دنیا سے قطع تعلق ہونا بھی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح اللہ کے امراوروحی سے ہوا(**کما قال ابن مسعود رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ ان الله امرنی ان ازوج فاطمة من علی (رواه الطبرانی)**

حضور ﷺ کواپنے اہل میں سب سے زیادہ عزیز تھیں جب آپ سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے اخیر حضرت فاطمہ سے ملاقات فرماتے اور جب واپسی اختیار فرماتے تو سب سے اول انہیں سے ملاقات فرماتے۔حضور ﷺ نے فرمایا فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا(راوہ البخاری ۲۶۷۸)

اور مسلم کی ایک روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد اسطرح ہے ''کہ کیا تم اس سے خوش نہیں کہ تم مومنات عورتوں کی سردار ہو۔''(مسلم ۲۴۵۰)

ان کے حضرت علی سے عقد سے حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار(جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے)اورمحسن پیدا ہوئے۔محسن بچپن میں ہی فوت ہوئے۔

حضور ﷺ کی نسل مبارک آپ کی انہیں صاحبزادی (حضرت فاطمہ) سے جاری ہوئی۔اور وہ بھی سبطین (حسنین کریمین علیہما الرحمۃ والرضوان) کی بدولت۔

حضرت رقیہ، حضور ﷺ کی عمر مبارک کے تینتیسویں (۳۳) سال پیدا ہوئیں۔ مکہ میں

تاخیر الطلب ولا یعذر بالوقف ویکفَّرُ ان وقف فیه

جب انسان پر علم توحید کے دقائق میں سے کوئی مشکل پیش آجائے تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ فی الحال یہ عقیدہ رکھے کہ جو اللہ کے نزدیک درست ہے میرا وہی عقیدہ ہے یہاں تک کہ کسی عالم کے پاس جائے اور اس سے سوال کرے اور طلب میں تاخیر اس کے لئے جائز نہیں، رک جانے سے وہ معذور تصور نہیں ہوگا اور اگر وہ اس سے رک گیا تو کافر ہو جائے گا۔ (38)

وخبر المعراج حق ومن رده فهو مبتدع ضالٌ وخروج الدجال ویاجوج وماجوجَ وطلوع الشمس من مغربها ونزولُ عیسیٰ علیه السلام من السماء

حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین سے ان کا نکاح ہوا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی انہوں نے دو ہجرتیں (پہلی ہجرت حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ طیبہ کی طرف) فرمائیں جب حضور ﷺ میدان بدر میں تھے اس دوران آپ کا وصال ہوا۔

ان کے بعد حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب کا نکاح بھی بامر اللہ تعالیٰ حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین سے فرمایا (رواہ الفضائلی)

(شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری ص ۸۶۔۱۸۷ ملخصاً)

حضرت ابراہیم کے علاوہ حضور ﷺ کی تمام اولاد حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوئی) اور حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ سے تولد ہوئے۔

38- (فیسأله) ماأشکل علیه (ولا یسعه) ای لا یجوز له تاخیز الطلب ای تاخیر طلب العلم الذی هو فرض علیه وهو علم الایمان وعلم مایزول به الایمان وما یحصل به الکفر وعلم ما یکون به من اهل السنة والجماعة قال الله تعالیٰ فاعلم انه لا اله الا الله وقال الله تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون قال رسول الله ﷺ طلب العلم فریضة علی کل مسلم وقال اطلبوا العلم ولو کان بالصین (ولا یعذر بالوقف) فیه ای لا یکون معذوراً بالتوقف فیما اشکل علیه من الاعتقادیات۔

وسائر علامات یوم القیٰمة علی ما وردت به الاخبار الصحیحة حقٌ کائنٌ والله تعالیٰ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم

خبر معراج حق ہے اور جو اسے رد کرے وہ بدعتی اور گمراہ ہے ،دجال اور یاجوج ماجوج کا خروج ،سورج کا اپنے مغرب سے طلوع ہونا ،،عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اور قیامت کی وہ تمام علامات جن پر احادیث صحیحہ وارد ہیں حق اور ہونے والی ہیں۔اور اللہ جسے چاہے سیدھے راہ کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے۔(39)

علم عقائد کی اہمیت: پس انسان کو علم عقائد کے ضمن میں جو مشکل پیش آئے اس کے متعلق (علماء سے) سوال کرے اس کیلئے طلب میں تاخیر جائز نہیں یعنی ایسے علم کی طلب میں تاخیر جو اس پر فرض ہے۔ اور وہ ایمان اور جس چیز سے ایمان زائل ہوتا ہے اور کفر حاصل ہوتا ہے اس کا علم ہے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ ''جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔اور فرمان باری تعالیٰ ہے کہ ''پس تم اہل ذکر (علماء) سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے۔'' اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے نیز علم حاصل کرو چاہے وہ چین میں ہو۔اور طلب علم میں تاخیر سے وہ معذور تصور نہ ہوگا جو اسے اعتقادیات کے ضمن میں مشکل پیش آئی۔

(ویکفران وقف) ای فیما اشکل علیه اذا کان من ضروریات الدین لان التوقف فی المومن به کفر لان التوقف یمنع التصدیق۔

اور اگر اسے جو اعتقادیات کے ضمن میں مشکل پیش آئے اس کے حل میں وہ رک گیا تو کافر ہو جائے گا کیونکہ مومن بہ میں توقف کفر ہے کیونکہ مومن بہ میں توقف تصدیق کو منع کرتا ہے۔(ابوالمنتہیٰ)

39- من انکر المعراج الی السمآء فهو مبتدع لان عروج بجسده ﷺ فی الیقظة ثابت بالخبر المشهور وهو قریب من الخبر المتواتر فی القوة وفی کتاب الخلاصة من انکر المعراج ینظران انکر الاسراء من مکة الی بیت المقدس فهو کافر

وان انکر المعراج من بیت المقدس الی ماشاء الله تعالیٰ لا یکفر لا ن الاسراء من مکة الی بیت المقدس ثبت بدلیل قطعی من الکتاب قال الله تعالیٰ سبحان الذی اسریٰ بعبده .....الآیة، والمعراج من بیت المقدس لم یثبت بدلیل قاطع من الکتاب۔

معراج مصطفیٰ ﷺ کے متعلق عقیدہ:

جس نے حضور ﷺ کے آسمان کی طرف معراج کا انکار کیا وہ بدعتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حالت بیداری میں جسد اطہر کے ساتھ آسمان کی طرف عروج حدیث مشہور سے ثابت ہے اور یہ حدیث قوت میں خبر متواتر کے قریب ہے۔ کتاب الخلاصہ میں ہے کہ جو معراج کا انکار کرے دیکھا جائے گا کہ آیا وہ مکہ سے بیت المقدس کی طرف معراج کا انکار کرتا ہے۔ تو وہ کافر ہے۔ اور اگر وہ بیت المقدس سے جہاں تک اللہ نے چاہا، اس کا انکار کرے تو کافر نہ ہوگا کیونکہ بیت المقدس تک معراج کتاب اللہ کی دلیل قطعی سے ثابت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے قلیل حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی"۔ اور بیت المقدس سے آگے کی معراج کتاب اللہ کی دلیل قطعی سے ثابت نہیں۔

قال مقاتل فی تفسیر قوله تعالیٰ سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلاً کان ذلك اللیل قبل الهجرة لسنة قال رسول الله ﷺ انی فی المسجد الحرام فی الحجر عندالبیت بین النائم والیقظان اذاتنی جبرائیل بالبراق وهی دابة ابیض طویل فوق الحمار دون البغل یقع حافره عند منتهی طرفه ورکبته حتیٰ اتیت الی بیت المقدس فربطته بحلقة یربط بها الانبیاء علیهم السلام ثم دخلت المسجدفصلیت فیها رکعتین ثم خرجت فجاء جبرئیل علیه السلام باناء من خمر وباناء من لبن فاخترت اللبن فقال جبرائیل اخترت الفطرة ثم عرج بی الی السماء الحدیث۔

مقاتل نے آیۃ مقدسہ سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلاً کی تفسیر میں کہا کہ یہ رات (جس میں معراج ہوئی) ہجرت سے ایک سال قبل کی رات تھی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حرام

.میں حطیم کے اندر نیند اور بیداری کی حالت میں تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے ان کے ساتھ براق تھا جو کہ سفید رنگ کا گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا جانور ہے اس کا قدم اس کی نظر کی انتہاء تک پہنچتا ہے میں اس پر سوار ہوا حتیٰ کہ میں بیت المقدس پہنچا براق کو میں نے اس حلقے کے ساتھ باندھا جہاں انبیاء علیہم السلام نے اپنی سواریوں کو باندھا تھا۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور دو رکعت نماز ادا کی جب میں باہر نکلا تو جبرائیل علیہ السلام دو برتن ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی لائے، پس میں نے دودھ کو پسند کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ نے فطرت کو پسند فرمایا پھر وہ مجھے آسمان کی طرف لے گئے۔ (الحدیث)

عن حذیفة بن اسید الغفاری قال اطلع النبی علیه السلام علینا ونحن نذکر الساعةفقال ما تذکرون قلنا نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتی تروا قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدابة والد جال وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ بن مریم ویا جوج وماجوج وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرة العرب وآخر ذلك نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرهم کذافی المصابیح۔

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے قیامت کے متعلق ہمیں مطلع فرمایا جبکہ ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو تو ہم نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم قیامت کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے یہاں تک کہ اس سے قبل دس نشانیوں کو نہ دیکھ لو۔

(۱) دھواں (۲) چوپایہ (جو لوگوں سے کلام کرے گا) (۳) دجال (۴) سورج کا مغرب سے نکلنا (۵) عیسیٰ ابن مریم کا آسمان سے نزول (۶) یاجوج و ماجوج کا خروج (۷) تین طرح کے خسوف ایک مشرق میں (۸) ایک مغرب میں (۹) اور ایک جزیرہ عرب میں (۱۰) اور آخر میں ایسی آگ جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو ان کے محشر کی طرف دھکیل دے گی۔ (ابو المنتہی)

واللہ تعالیٰ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ای یوفق ویثبت علی اعتقاد صحیح وعمل صالح من تعلق مشیة الازلیة فی الازل بھدایة وقول الامام الا عظم یھدی من یشآ الی صراط مستقیم کانه قال وما علینا الاالبلاغ المبین اللھم اھدالمضلین واھدنا الصراط المستقیم۔

خاتمۃ الکتاب: اور اللہ جسے چاہے اسے سیدھے راہ کی ہدایت (رہنمائی) عطا فرماتا ہے یعنی جسے وہ چاہے اسے اعتقاد صحیح اور عمل صالح کی توفیق نصیب فرما کر اسے اس پر ثابت رکھتا ہے یہ اس کی مشیت ازلی سے متعلق ہے اس کی ہدایت کے ساتھ، اور امام اعظم کا یہ فرمان کہ واللہ تعالیٰ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم گویا آپ فرمارہے ہیں کہ ہمارا کام تو صاف صاف پہنچانا ہے اور اللہ جسے چاہے ہدایت نصیب فرماتا ہے۔ اے اللہ گمراہوں کو ہدایت عطا فرما اور ہمیں سیدھے راہ کی طرف راہنمائی عطا فرما۔ (آمین)

بوسیلة نبیك الکریم علیه وعلی آله

وجمیع اصحابه افضل الصلوٰت واکمل التسلیم۔

For More Books
Click On Ghulam
Safdar
Muhammadi Saifi

ہدایت السالکین

اثبات علم الغیب

عدم سایۂ مصطفیٰ ﷺ

شہنشاہ خراسان

مجدد عصر حاضر شاہِ خراسان کا تقویٰ

حاضر و ناظر محبوب ﷺ

لطائف کے بارے میں علمی تحقیق

مناظرہ وزیرستان

اورادِ نقشبندیہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کی مشہور تصانیف

معمولاتِ سیفیہ

وجد (سوال و جواب)

انوارِ سیفیہ

مسائلِ عمامہ شریف

عرفانِ ذات

اقسامِ وجد

فرضیت علم باطن

کیا دوسرے شیخ کی بیعت جائز ہے

تصویر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

حریص علینا

آدابِ شیخ

مسائل طہارت

جز الاسبال

ماہنامہ السیف الصارم

جواب الاستفتاء

ختم شریف کا ثبوت

مجموعہ رسائل

تشہد میں انگلی اٹھانے کا مسئلہ

سونا یا کھونا

ولی اللہ کی پرواز

البدر الجمیلہ فی جواز الوسیلہ

مفت تقسیم کرنے والے دوستوں کے لیے مکتبہ کی طرف سے خصوصی رعایت دی جائے گی

ناشر ادارہ محمدیہ سیفیہ پبلیکیشنز
آستانہ عالیہ راوی ریان شریف لاہور 0321-8401546